قال اللہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

الحمد للہ والمنۃ کہ

رسالہ نافعہ در اثبات ختم نبوۃ و رد نبوۃ مرزا غلام احمد قادیانی

المسمٰی بہ

مرزائے قادیانی و ختم نبوت

المعروف بہ

مرزائیت کا جنازہ

(حصہ اول)

مصنفہ شیر اسلام مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر محمدی احمدی سنی حنفی
نقشبندی مجددی نوری امرتسری سلمہ اللہ تعالےٰ

ذخیرہ ... محمد ولی ...

خاکسار

حکیم معراج الدین احمد مالک الفقیہ / رسالہ حنفی نے

الفقیہ پرنٹنگ ورکس میں چھاپا اور رسالہ حنفی کیساتھ شائع کیا

۱۳۴۲ھ

137255

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بعد حمد وصلوٰۃ کے بندہ خاکسار ذرہ بے مقدار غلام احمد اخگر محمدی احمدی سنی حنفی نقشبندی مجددی امرتسری عفا اللہ عنہ ارباب دانش و بینش کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ اس پرفتن زمانہ میں طرح طرح کے فتنے برپا ہوئے نئے نئے دین نئے نئے مذہب ایجاد ہوئے۔ اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ تفرقہ پڑ گیا۔ اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ انتشار واقع ہو گیا۔ اور ایسا واقع ہوا۔ کہ تنظیم کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہی۔ ان تمام نئے مذاہب میں سے مذہب قادیانی ایک نیا رنگ لایا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے تو اپنے آپ کو ملہم ظاہر کیا۔ پھر مثیل مسیح بنا۔ پھر مہدی موعود اور مسیح معہود پھر کرشن اوتار اور کیا کیا بنا۔ آخر نبوت کا دعوے کیا۔ مسلمانوں کا مذاق تو تفرقوں نے پہلے ہی بگاڑ دیا ہوا تھا۔ اس کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جس نے اس کے دعوے نبوت پر آمنا وصدقنا کہا۔ بس پھر کیا تھا۔ ان کا خاندان خاندانِ نبوت کہلانے لگا۔ اسکی بیوی نے ام المومنین (ام المرزائین) کا لقب اختیار کیا۔ اور قادیان خاصہ دار النبوۃ بن گیا۔ اس کی موت کے بعد اگرچہ جماعت کا ایک حصہ اس کی نبوت سے انکار کرنے لگ گیا۔ مگر ابتداءً دعوے میں سب نے لبیک کہا۔ اور نبوت مرزا پر ایمان لائے

علمائے اسلام نے اس کے رد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے مرزا صاحب کی نبوت اور دوسرے دعاوی کا رد و ابطال کیا۔ مگر مرزا صاحب کو ایسی جماعت مل چکی تھی۔ کہ اگر خدا خود بھی ان کو آ کر کہہ دے۔ کہ میں نے مرزا صاحب کو ہرگز نبوت نہیں دی۔ اور مرزا صاحب دعویٰ نبوت میں کاذب ہیں تو یہ لوگ خدا کے منکر ہو جائیں گے مگر مرزا صاحب کی تکذیب نہ کریں گے۔

اس خاکسار نے مرزا صاحب کے رد میں اشتہارات شائع کئے۔ اخبارات میں مضامین لکھے۔ مباحثے و مناظرے کئے۔ اور ایک ضروری ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتا رہا۔

یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ ہم لوگوں کو مرزا صاحب سے کوئی معاندانہ تعلق نہیں۔ جائداد کا جھگڑا نہیں۔ کوئی دنیاوی مخاصمت نہیں۔ نہ انہوں نے ہمارا کچھ بگاڑا نہ ہم نے ان کا کچھ بگاڑا۔ مگر مذہبی حیثیت سے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ حق کی اشاعت اور باطل کا ابطال کرے۔ اسی بنا پر میں نے ایک طویل مضمون لکھا۔ اور جماعت مرزائیہ کے سامنے رکھا۔ محض اس خیال سے کہ جماعت مرزائیہ ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ اور سمجھے۔ اگر سمجھنے کی کوشش کریگی تو ممکن ہے۔ کہ ان کے حصہ میں ہدایت ہو۔ یا اگر میرا مضمون غلط ہو۔ اور اس کا کوئی جواب مرزائی جماعت کے پاس ہو۔ تو وہ میری ہر بات کا جواب دیں۔ تا کہ میں دیکھوں اور سمجھوں کہ اس کے دعاوی میں کہاں تک صداقت ہے۔ مگر مرزائی جماعت نے سکوت اختیار کیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ مرزائی جماعت کی نظروں سے یہ مضمون نہیں گذرا۔ بلکہ دونوں پارٹیوں قادیانی اور لاہوری پارٹی نے اس مضمون کو پڑھا۔ لاہوری پارٹی کے آرگن اخبار پیغام صلح نے خواہش ظاہر کی کہ اس مضمون میں لفظ کادیانی (ک) سے لکھا جاتا ہے۔ [illegible] ق سے قادیان ہونا چاہیئے۔ اگرچہ ہمکو اس میں تامل نہ تھا لیکن میں نے مناسب نہ سمجھا۔ کہ لاہوری احمدی محض اتنی بات پر ناراض ہوں۔ ہم نے انکے مشورہ کو قبول کیا۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ انہوں نے اس مضمون کو پڑھا۔

قادیانی پارٹی نے اس مضمون میں سے صرف ایک فقرہ پر اعتراض کیا۔ جو اخبار الفضل میں چھپا اس فقرے کا جواب دیدیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ قادیانیوں نے بھی مضمون کو پڑھا۔

میرا خیال تھا کہ اگر دونوں پارٹیوں میں سے کوئی پارٹی اس مضمون کا جواب لکھے تو میں بڑی فراخدلی سے ان کا جواب سنوں گا۔ اور اپنے مضمون پر نظر ثانی کروں گا۔ مگر ان کے سکوت سے معلوم ہوا۔ کہ ان کے پاس جواب نہیں ہے۔

میں اب اس مضمون کو بصورت رسالہ شائع کر رہا ہوں۔ قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں کے سامنے دوبارہ آئیگا۔ میری درخواست ہے۔ کہ مرزائی دوست اس مضمون کو پھر غور سے پڑھیں۔ اور ضد و ہٹ کو چھوڑ کر اگر۔ اس میں صداقت ہے تو قبول کریں۔ میں ان احمدیوں سے اس مضمون پر غور کرنے کی خاص طور پر توقع رکھتا

چاہتا ہوں۔ جو جوڈیشنل اختیارات سے مقدمات فیصل کرتے ہیں۔ یا جو قانون پیشہ ہیں کیونکہ قانون دان لوگ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے ہر ایک بات کو جلد سمجھ سکتے ہیں اگر کوئی صاحب اس رسالہ کا جواب لکھنا چاہیں۔ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ مگر جواب دینے سے پہلے امور ذیل مد نظر رہیں۔

(۱) اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ کسی کتاب یا مضمون کا بخیال خود جواب تو لکھتے ہیں۔ مگر دراصل اس کا جواب نہیں ہوتا۔ بلکہ خارج از کتاب باتوں پر بحث ہوتی ہے یا ایک قسم کا وعظ ہوتا ہے۔ میری درخواست ہے۔ کہ اس قسم کا جواب نہ ہو۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا جواب ہو۔ ادہر اُدہر کی باتوں میں نہ ٹالا جائے۔

(۲) اگر کوئی امر ایسا ہو۔ کہ اس کا جواب مجیب نہ دے سکے۔ یا نہ دینا چاہے۔ تو کم از کم اس امر کی تصریح ہونی چاہئے۔ کہ وہ فلاں پیرہ یا فقرہ کا جواب نہ دے سکا۔ یا نہیں دیا جا سکا محض اس کی عدم ضرورت ظاہر نہ کر دیجائے۔ بلکہ وجہ موجہ بتائی جائے کہ کیوں جواب کی ضرورت نہیں۔

(۳) میں نے بخیال خود اس امر کی کوشش کی ہے۔ کہ مضمون میں کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جو بدتہذیبی کی حد تک پہونچے۔ اگرچہ مرزا صاحب کی تردید میں جائز ہے۔ کیونکہ خود مرزا صاحب نے اپنے مخالف علما کو اپنی تصانیف میں فحش گالیاں دی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ان کو حق نہیں۔ کہ دوسروں سے اچھے سلوک کا مطالبہ کریں۔ لیکن میری غرض مجادلہ و مکاسرہ کی نہیں۔ بلکہ جادلہم بالتی ہی احسن میرے زیر نظر ہے۔ اس لئے میں اسی توقع میں حق بجانب ہوں گا۔ کہ جواب میں یہی روش ہو۔ اسطرح سے ضد اور نفسانیت رک جاتی ہے۔ یہ صرف توقع ہے۔ مطالبہ نہیں۔ فکر بس بقدر ہمت اوست

میں بارگاہ الٰہی سے بصد عجز والحاح ملتجی ہوں۔ کہ وہ مولا کریم جو ہر انسان کے قلب کو دیکھتا اور ہر ایک کی نیت سے واقف ہے۔ میری نیت کی پاکیزگی کو مد نظر رکھکر میری مدد فرمائے۔ اور میری تحریر گم کردگان راہ کی ہدایت کا موجب ہو۔ واللہ یہدی من یشاء الی سبیل الرشاد

ساتھ ہی میں ناظرین رسالہ سے عموماً اور احمدی دوستوں سے خصوصاً ملتجی ہوں

کہ وہ اس رسالہ کو بنظر غور و تعمق ملاحظہ فرمائیں۔

آتے رہے انبیا کما قیل لہم
والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

خاکسار
غلام احمد اخگر محمدی احمدی سنی حنفی نقشبندی امرتسری

آغاز مضمون

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ
ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد
دور آمدہ زراہ دور آمدہ

ختم نبوت کا مسئلہ زمانہ مبارک نبوی سے چودھویں صدی کے ابتدا تک ایک ایسا مسئلہ تھا جس میں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ تمام امت محمدیہ جس میں اگرچہ اکثر مسائل اختلافیہ موجود تھے۔ اس مسئلہ میں متفق اللفظ و متفق الزبان تھی۔ مگر چودھویں صدی کے شروع ہونے کے بعد یہ مسئلہ بھی ایک اختلافی مسئلہ بن گیا۔ اور یہ اختلاف مرزائے قادیانی کی اعجازی کل کا ایک پرزہ ہے۔

؎ میں نے یہ مضمون ۱۹۱۹ء میں لکھا تھا اس وقت کیا بلکہ ۱۹۲۴ء کے ابتدائی مہینوں تک میں بہائی لٹریچر سے واقف نہ تھا۔ اس سال قادیان کے بعض مبلغین بہائی ہو گئے۔ اور بہائیت کی در پردہ تبلیغ شروع کی۔ جب یہ حال کھلا۔ تو ایسے اشخاص جماعت سے خارج کر دئے گئے۔ اخبار وں میں شور و غوغا ہوا۔ اور بہائیت کے حالات بھی منکشف ہوئے۔ اب معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب نے جو کچھ بھی لکھا۔ وہ بہائی لٹریچر سے لیا چونکہ اس ملک کے لوگ اس لٹریچر سے قطعاً نا آشنا تھے اسلئے کسیکو یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکا۔ کہ مرزا صاحب در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم کے رنگ میں ہیں۔ بلکہ لوگ ہر ایک بات کو مرزا صاحب کی ایجاد سمجھتے تھے۔ تاہم چونکہ ہمارے ملک میں مرزا صاحب ہی نے پہلے دعوی نبوت کیا۔ اسلئے مضمون کے بدلنے کی ضرورت نہیں۔ اور چونکہ مرزا صاحب کے دعاوی کا ماخذ بہائی لٹریچر ہے۔ اسلئے مرزا صاحب کی نبوت کی تحقیق بعینہ بہائی نبوت کی تحقیق ہوگی فقط احقر،

اسمیں شک نہیں۔ کہ مسلمانوں میں بہت سے مدعی نبوت کاذب ہوئے۔ لیکن چونکہ مسلمان اس بات پر متفق تھے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کبھی نبی نہیں ہوگا۔ اس لئے مدعیانِ نبوت کاذبہ اگرچہ اپنے اپنے وقت میں اکثر لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن دنیا میں ان کا وجود نہ رہا۔ صرف کتابوں میں ان کا تذکرہ باقی ہے

مرزائے قادیانی نے جب سلسلۂ الہامات شروع کیا۔ تو علمائے اسلام اسی وقت تاڑ گئے تھے۔ کہ یہ شخص ضرور کسی وقت نبوت کا دعویٰ کریگا۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف مرزا کی نبوت کے ارادہ کا اعلان کیا۔ بلکہ اُس کے خلاف اسلام الہامات کی بنا پر مرزا کی نسبت کفر کا فتویٰ علمائے حرمین الشریفین سے حاصل کیا۔ مگر اس وقت مرزا نے انکار کر دیا۔ اور کہدیا کہ میں ہرگز نبی نہیں اور نہ ہی نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔ اور نہ ایسا ارادہ ہے۔ بلکہ مجھ پر یہ افترا ہے۔

اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ اس نے نبوت کے دعوے کا بنیادی پتھر اپنے ابتدائی الہاموں کے ذریعہ سے نصب کر دیا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا۔ کہ اگر پہلے ہی نبوت کا دعویٰ کروں گا۔ تو مسلمانوں سے ایک فرد بشر بھی تائید نہ کریگا۔ اور ایمان نہ لائیگا۔ اسے معلوم تھا کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ راسخ ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اہل اسلام کیطرف سے ان کے بعض الفاظ کی بنا پر یہ آواز بلند ہوتی رہی۔ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی بنا رہا ہے۔ مگر ان کے پیرو انکار کر رہے ہیں۔ مولوی احسن امروہی جو مسیح قادیانی کے دو فرشتوں[1] میں سے ایک ہیں۔ ایک رسالہ لکھ چکے تھے۔ جو فک انشک کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اسمیں ظاہر کیا گیا۔ کہ مرزا صاحب ہرگز نبوت کے مدعی نہیں ہے۔

---

[1] حدیث شریف میں ذکر ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام جب دنیا میں نازل ہونگے۔ تو دو فرشتے دائیں بائیں اٹھا کر انہیں اتارینگے۔ مرزا نے یہ تاویل کی کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ وہ فرشتے ہونگے۔ بلکہ دو مددگار جو موجود ہیں۔ ایک حکیم نور الدین دوسرا احسن امروہی اسلئے ہمنے انکو مرزا کا فرشتہ لکھا ہے۔ (مؤلف)

آخر یہ انکار مرزا کے دعوے نبوت کا سبب ہو گیا۔ وہ اسطرح کہ ایک مرزائی نے ایڈیٹر الحکم کو لکھا۔ کہ لوگ ہم پر طعن کرتے ہیں۔ کہ تمہارے مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا ہم کیا جواب دیں۔ اس پر ایڈیٹر الحکم نے صاف لفظوں میں مرزا کی نبوت سے انکار کیا۔ کہ مرزا صاحب ہرگز نبوت کے مدعی نہیں۔

یہ ایسا زمانہ تھا۔ جبکہ مرزا صاحب کو اپنی جماعت کی نسبت تجربہ سے معلوم ہو چکا تھا۔ اور یہ امر یقین کے درجہ کو پہنچ چکا تھا۔ کہ جماعت اسطرح کٹھ پتلی کیطرح ہمارے ہاتھ میں ہے۔ کہ ہم جو چاہیں منوا لیں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ کہ ابتداء میں اگر مرزا صاحب دعوے نبوت کرتے تو واقعی کوئی نہ مانتا۔ لیکن جب مرزا صاحب کے دام تزویر میں لوگ آگئے۔ اور تمام مسلمانوں سے ان کی اس بارہ میں مخالفت ہو گئی۔ تو اس میں اتنی جرأت باقی نہ رہی۔ کہ وہ مرزائیت سے علیحدہ ہو جائیں۔ وہ اپنی عزت اور لاج اسی میں سمجھتے تھے۔ کہ اب جو ہو سو ہو انکار کسطرح کریں۔ مرزا صاحب ایسے ہی موقع کے منتظر تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا لیا۔ اور ایک اشتہار بعنوان "ایک غلطی کا ازالہ" شائع کر دیا۔ جسمیں صاف لفظوں میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اور لکھ دیا کہ میری جماعت میری نبوت سے انکار کرنے میں سخت غلطی پر ہے۔ میں ضرور نبی ہوں۔

اسی دعوے نے ختم نبوت کے مسئلہ میں ایک جدت پیدا کر دی۔ اور بحث چھڑ گئی۔ کہ جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ تو مرزا صاحب نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔

ناظرین کے اکثر ایسے احباب ضرور ہوں گے۔ جن کو اس مسئلہ کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہو۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ کو بالتفصیل بیان کریں۔ ہم کوشش کریں گے۔ کہ اس بحث کو ایسی طرح لکھا جائے۔ کہ اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی پڑے۔ تاکہ کسی گم کردہ راہ ہدایت کو پھر ہدایت نصیب ہو۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مرزائی لٹریچر خواہ وہ مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا مرزا صاحب کے متبعین کے قلم سے

جو کچھ اس دعویٰ کے متعلق ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مرزا صاحب نبی ہیں۔ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں۔ کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی جن کو چاہیں۔ اپنی مہر سے نبوت عطا فرماویں۔ اور نبوت دو قسم کی ہے۔ ایک تشریعی اور دوسری غیر تشریعی۔ نبوت تشریعی تو اب واقعہ نہیں ہو گی۔ مگر غیر تشریعی کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ مرزا صاحب بھی نبی غیر تشریعی اور تابع نبوت محمدیہ ہیں۔ دلائل وثبوت نبوت میں جو بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کو خدا کی ہمکلامی کا شرف حاصل ہے۔ اور انہوں نے جو پیش گوئیاں کیں۔ ان کا حصہ کثیر پورا ہوا۔ اور ان سے نشانات بطور معجزہ صادر ہوئے۔ اس لئے ان کی نبوت میں کوئی شبہ نہیں۔

اس کے جواب میں جو کچھ علمائے اسلام نے لکھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب دعوے نبوت میں کاذب ہیں۔ خاتم النبیین کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ صحیح مفہوم اس کا یہی ہے۔ کہ بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہ ہو گا۔ خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔

اول تو یہ دعوے ہی غلط ہے۔ کہ مرزا صاحب کو خدا سے ہمکلامی کا فخر حاصل ہے بلکہ ہمارے اعتقاد میں وہ خود الہام کو گھڑ لیتا ہے۔ اور کہدیتا ہے۔ کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر خدا کی طرف سے الہام ہوتے۔ تو ان میں بین اختلاف نہ ہوتا۔ اور اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو۔ یا فرض ہی کر لیا جائے۔ تو مکالمہ الٰہی دلیل نبوت نہیں اور جو پیشینگوئیاں مرزا صاحب نے کیں۔ وہ عموماً غلط اور جھوٹی نکلیں۔ اور کوئی نشان معجزہ یا کرامت مرزا صاحب صادر نہیں ہوا۔

عام قاعدہ ہے۔ کہ جب فریق مقدمہ مر جاتا ہے۔ تو اس کے وارث یا قائمقام فریق مقدمہ بنائے جاتے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب فوت ہو گئے۔ اور ان کے قائمقام ہونے کا دو پارٹیوں کا دعوے ہے۔ ایک تو مرزا صاحب کا بیٹا ہے۔ جو اپنے آپکو مرزا صاحب کا حقیقی جانشین ظاہر کرتا ہے۔ اسکی جماعت کو قادیانی جماعت کہتے ہیں۔ دوسرے مولوی محمد علی ایم اے

جو جماعت احمدیہ کی امارت کے عہدہ کی حقیقت اپنے آپ میں ظاہر کرتا ہے اسکی جماعت کو عرف عام میں لاہوری پارٹی کہتے ہیں جب ان دونوں پارٹیوں کو فریق بنایا یا سمجھا جاوے تو انہیں ایک اختلاف جسکا تذکرہ بیان ضروری ہے۔ قادیانی پارٹی مرزا صاحب کی نبوت کو حقیقی نبوت بیان کرتی ہے اور لاہوری پارٹی اس نبوت کو نبوت مجازی یا ظلی کہتی ہے اور مرزا کی نبوت سے انکار کرنیوالے مسلمان کو کافر یا خارج از اسلام نہیں سمجھتی۔ بجائیکہ قادیانی پارٹی ہر ایسے مسلمان کو جو نبوت مرزائیہ پر ایمان نہیں لاتا۔ کافر اور خارج از اسلام سمجھی بیٹھی ہے۔

بہرحال دعوی اور جواب کے مطالعہ کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ میں امور تنقیح طلب قرار دیں۔ اور ہر ایک تنقیح کے متعلق فریقین کے دلائل کو بڑی وضاحت سے بیان کر کے صحیح نتیجہ پر پہونچیں۔

سو جہانتک غور و فکر کی گئی مندرجہ ذیل امور تنقیح طلب قرار دیئے جاسکتے ہیں

(اول) خاتم النبیین کا صحیح مفہوم کیا ہے۔

(دوم) کیا بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قسم کا نبی ہو سکتا ہے۔

(سوم) کیا مرزا صاحب کو مکالمہ الہٰی کا شرف حاصل تھا۔

(چہارم) کیا مکالمہ الہٰی دلیل نبوت ہے۔

(پنجم) کیا مرزا صاحب کی پیش گوئیاں دلیل نبوت ہو سکتی ہیں۔

(ششم) کیا مرزا صاحب اپنی پیشگوئیوں میں صادق نکلے۔

تنقیح اول

لفظ خاتم جو آیت شریفہ میں ہے اس کے معنے پر اس تنقیح کے فیصلہ کا دارومدار ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما ۝	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن رسول ہیں اللہ تعالے کے اور خاتم النبیین

اور ہے اللہ تعالی ہر شئے کا جاننے والا۔

لفظ خاتم میں اگرچہ اختلاف قرأت ہے ہم اس کو خاتَم یعنی ت کو زبر سے پڑھتے ہیں اور ایک قرأت میں خاتِم ت کی زیر سے ہے۔ اگر دوسری قرأت کو لیا جائے تو اس لفظ کے مفہوم میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے مبحث میں چونکہ فتح تا کا اعتبار کیا گیا ہے اس لئے مرزائی لٹریچر یہ کہتا ہے کہ لفظ خاتم کے معنے ہیں۔ مہر اور خاتم النبیین کے معنے ہیں بنیوں کی مہر۔ تو آیت کا یہ مطلب ہوا۔ کہ اب کوئی نبی بعد رسالت مآب کے اُس طرح سے نہیں آئیگا۔ جس طرح پہلے آنے تھے جنہیں شریعت سابقہ کی پابندی لازمی نہ تھی۔ بلکہ اب شریعت محمدیہ ناطق اور واجب العمل ہے اور جو نبی آئیگا وہ تابع تعلیم قرآنی و تعلیم محمدی کے ہوگا۔ یہ نبی حضرت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی مہر اور حکم سے ہوگا۔ نہ یہ کہ کوئی نبی نہیں ہوگا۔

قبل اس کے کہ ہم مرزائی دلایل کو دیکھیں ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے اپنے کلام سے لفظ خاتم کے صحیح معنوں کا سراغ لگایا جاوے کیونکہ مرزائیوں کے مقابلہ میں اس سے زیادہ کوئی مفید چیز نہیں ہو سکتی۔

مرزا صاحب کہتے ہیں۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوی کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں (انجام آتھم ص۲۷ حاشیہ)

اس کے بعد مرزا صاحب اپنی نبوت کو عام معنوں کے لحاظ سے ظاہر کرتے ہیں جو تنقیح دوم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہم اُسے یہاں ذکر کرنا فضول سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس تنقیح میں صرف خاتم النبیین کے مفہوم سے بحث ہے۔

پھر مرزا صاحب چند ہی سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ

لیکن بار بار کہتا ہوں کہ اُن الہامات میں جو لفظ رسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مشتمل نہیں اور اصل حقیقت جس کی میں علی روس الاشہاد

گواہی دیتا ہوں۔ یہی ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا۔

اور ملاحظہ ہو۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ وہ

اگر آپکے بعد کوئی دوسرا نبی آجاوے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔

ایام الصلح ص۱۴۶

مرزا صاحب کے اس اپنے بیان سے پایا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم صحیح یہی ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

عربی میں ایک قاعدہ مشہور ہے کہ المرء یوخذ باقرارہ یعنے آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے انگریزی قانون میں اس قاعدہ کو لفظ اسٹاپل سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا ترجمہ اردو قانونی کتابوں میں یہ کیا گیا ہے کہ " مانع تقریر مخالف " اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی جب کسی امر کا اقرار بلا جبر و اکراہ کرچکا ہو۔ تو عدالت مجبور ہے کہ اسی کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کو یہ حق نہیں کہ کسی ضرورت کے واسطے سابقہ اقرار کے خلاف کوئی نیا بیان دے پہلا بیان ہر ایک ایسے بیان سے مانع ہے جو پہلے بیان سے مخالف ہو۔

تو اس قاعدہ کے رو سے اب لفظ خاتم کے کوئی اور معنے اگر پیدا کئے گئے تو قابل قبول نہیں بلکہ دوسرا بیان ہی مردود ہے۔ کتاب انجام آتھم ۱۸۹۶ء کی تحریر ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹۰۱ء تک مرزا صاحب کو یہ علم نہ تھا کہ وہ نبی بمعنے حقیقی ہیں اس لئے انہوں نے اس عقیدہ کو مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق بیان کیا مگر جب اس کے بعد خدا کی وحی بارش کیطرح انپر نازل ہوئی۔ جسمیں ان کو بتایا گیا کہ تو حقیقی معنوں میں نبی ہے تو سابقہ اقرار کا اعتبار نہ رہا یہ جواب بوجہ اختلاف بوجوہ باطل ہے۔

اول یہ کہ مرزا صاحب کا معمول تھا کہ جس امر کا نام انہوں نے الہام و وحی رکھا تھا وہ ہر روز لکھوا دیتے تھے اور وہ اخبارات الحکم۔ بدر و ریویو آف ریلیجنز میں شایع ہو جاتے تھے نہ صرف الہامات اور وحی بلکہ خوابیں بھی شایع کر دی جاتی تھیں۔ مگر وحی کا وہ بڑا مجموعہ جس کی کثرت کے غیر منتہی ہونیکا اشارہ بارش کے استعارہ

سے کیا گیا۔ دنیا میں شائع نہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ بارش کی طرح تو کیا ایک بھی وحی السیئی نہ تھی۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب معمولی الہامات جو غیر ضروری اور غیر مفید اور مہمل ہوں وہ تو شائع کرا دیں اور ایسی زبردست وحی جس سے نبوت جیسے معرکۃ الآرا مسئلہ کا فیصلہ ہو سکتا ہے کسی مٹکے میں بند کر کے زمین میں دفن کر جائیں۔ اس لئے تاوقتیکہ مرزا صاحب اوس وحی کے بارش کے پانی اور کیچڑ کو ظاہر نہ کریں ایسا عذر پیش ہی نہیں کر سکتے۔

دوسرا اگر مان لیا جاوے کہ مرزا صاحب کو ۱۹۰۱ء تک علم نہ تھا کہ وہ حقیقی معنوں میں نبی ہیں اس لئے وہ مجبور تھے کہ لفظ خاتم کے وہی معنے بیان کریں جو مسلمانوں میں متفق علیہ ہیں تو ثابت ہو گیا کہ اہل اسلام میں تیرہ سو برس سے یہی معنے مراد لئے جاتے تھے اور یہی مفہوم صحیح ہے اب اگر مرزا صاحب اس کے خلاف وحی پا چکے اور مرزا صاحب کے قائم مقام اس بارشی وحی کا پتہ بھی دے سکیں تو وہ قابل قبول نہیں۔

لیکن ہم چونکہ اس بحث میں کسی پہلو کو نہیں چھوڑ سکتے اس لئے ۱۹۰۱ء کے بعد کے لٹریچر سے سراغ لگاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس مختلف فیہ لفظ کا کیا مفہوم بنایا

ملاحظہ ہو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ:۔
ایمان مے آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او ہیچ پیغمبرے نیست۔ مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد و موافق وعدہ او ظاہر شدہ خدارا مکالمات و مخاطبات است با دیگرے خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود و در حقیقت انبیا نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و دادہ نمیشوند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ میکنند و نہ کم میکنند از قرآن۔
(مواہب الرحمان مطبوعہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۶۶)

ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ (یعنے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ مگر وہ کہ جس نے اون کے فیض سے پرورش پائی ہو اور اس کے وعدہ کے مطابق ظاہر ہو اور خدا کو اپنے اولیاء سے مکالمے اور مخاطبے ہیں اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے مگر در حقیقت وہ نبی نہیں ہیں کیونکہ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہونچا دیا ہے اور اونکو نہیں دیا جاتا مگر

صرف قرآن کی سمجھ اور یہ لوگ قرآن میں کچھ بڑھا سکتے ہیں اور نہ کچھ گھٹا سکتے ہیں۔

کتاب مواہب الرحمان ۱۹۰۳ء کی چھپی ہوئی ہے اس کی مندرجہ عبارت میں اس تنقیح کو جہاں تک تعلق ہے اس کے متعلق مرزا صاحب کا اپنا بیان مخالف ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ خاتم کے معنے مرزا صاحب نے یہی لکھے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا عبارت کا بقیہ حصہ تنقیح ۲ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے یہاں اسکو چھوڑنا مناسب سمجھا۔

چونکہ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کے تمام پہلوؤں پر غور کریں گے اس لئے باوجودیکہ مرزا صاحب کا اپنا اقرار خاتم کا مفہوم اہل اسلام کے عقیدہ کے مطابق ظاہر کرتا ہے اور باوجودیکہ اہل علم واہل عقل ان کے کسی مخالف بیان کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے۔ تاہم اگر ہم اسی پر اکتفا کریں اور بحث کو اسی پر ختم کردیں تو بحث کے ضروری پہلو رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم اس کے متعلق مزید غور کرتے ہیں۔

یہ امر غور طلب ہے کہ بصورت اختلاف لفظ خاتم کا صحیح مفہوم حاصل کرنے کا ہمارے پاس کونسا ذریعہ ہے جس کی مسلمان کو عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا مدعی اسلام انکار کی گنجائش نہ ہو۔ مرزا صاحب کا کلام خود اس کا مفہوم اہل اسلام منکران نبوت مرزا کے حق میں ہے جس سے انکو فائدہ حاصل کرنیکا حق ہے اور اگرچہ مرزا صاحب کا کوئی بیان جو بعد میں کیا گیا ہو عقلاً اہل انصاف کے نزدیک قابل اعتبار نہیں تاہم اگر بالفرض محال یہ مان لیا جاوے کہ اس کا کچھ اعتبار ہو سکتا ہے تو وہ منکران مرزا پر حجت نہیں کیونکہ وہ مرزا صاحب کو سچا ہی نہیں سمجھتے تو ان کے قول کو خصوصاً ایسے قول کو جس کے خلاف وہ پہلے خود کہہ چکے ہوں کیوں قابل قبول سمجھیں۔

تو مسلمانوں اور مدعیان اسلام کے لئے سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ حصول معانی کا باقی نہیں کہ حضور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت ہو کہ وہ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں خدا نے انکی ذات مستجمع الصفات کو علیم بنایا۔ اور قرآن

ان پر نازل فرمایا- تو لازمی امر ہے کہ قرآن شریف کا فہم جیسا کہ اونکو عطا ہوا کسی دوسرے کو عطا نہیں ہو سکتا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مرزائیوں کو ضرور ماننا پڑیگا کیونکہ مہدی معہود و مسیح موعود کا وجود بھی احادیث ہی سے ہے اگر مرزائی حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانیں تو اُن کو حق نہیں کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی معہود قرار دیں۔

بہر حال اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حضور فرماتے ہیں۔

مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل۔ مشکوٰۃ عن ابی ہریرہ رض

میری اور نبیوں کی مثال ایک عمارت کی مثال جیسی ہے جو بڑی خوبصورت بنی ہوئی ہے اور اس (خوبصورت عمارت) میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی گئی ہے پس طواف کیا اُس کا دیکھنے والوں نے اور اُس کی خوبصورتی پر وہ تعجب کرتے ہیں مگر یہ خالی اینٹ کی جگہ پس میں ہوں اور میں نے اُس اینٹ کی جگہ کو بند کر دیا۔ مجھ پر عمارت کی تعمیر ختم ہو گئی اور مجھ پر رسالت ختم ہو گئی۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی ہیں اور مشکوٰۃ میں موجود ہے اس کا مطلب صاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء کی جماعت کی مثال ایک عمارت کی سی ہے کہ اسمیں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی۔ باقی ہر طرح سے یہ عمارت مکمل تھی وہ اینٹ میں ہوا- اور مجھ سے وہ اینٹ کی جگہ بھی رک گئی اور عمارت بالکل مکمل ہو گئی اور رسالت بھی مجھ پر ختم ہو گئی۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لطیف پیرایہ میں ختم نبوت کا مسئلہ بیان فرمایا کہ ایک ادنےٰ سے ادنےٰ بے سمجھ بے علم بھی سمجھ لیوے۔ نبوت کی عمارت میں صرف اُنہیں کی اینٹ کیلئے جگہ تھی جو پر ہو گئی۔ اب باقی جگہ ہی

Marfat.com

نہیں تو کوئی اور نبی اینٹ بنکر عمارت نبوت کے کس مقام پر نصب ہوگا۔ آخر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ختم بی الرسل ارشاد فرماکر صراحت فرمادی کہ مجھ پر رسالت ختم ہوگئی

اور سنئے! فرمایا حضرت جبیر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ

سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (مشکوۃ)	سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے کہ تحقیق میرے لئے نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں وہ ماحی کہ مجھ سے کفر محو ہوتا ہے اور میں حاشر ہوں وہ کہ لوگ قیامت میں میرے قدموں پر اٹھائے جائینگے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جسکے بعد کوئی نبی

نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ نام بتائے۔ محمد۔ احمد۔ ماحی۔ حاشر اور عاقب۔ احمد اور محمد کی تشریح نہیں فرمائی باقی تین ناموں کی تشریح فرمائی۔ آخری نام جو اسمیں ہے وہ پانچواں نام ہے یعنی عاقب اور عاقب کے معنے خود ہی بیان فرمادیئے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور سنئے! ارشاد فرمایا ہے کہ :-

لو کان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی)	اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضؓ ہوتے

اور سنئے فرمایا کہ :-

سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ ابوداود۔ ترمذی بروایت ثوبانؓ	قریب ہے کہ میری امت میں تین کذاب ہونگے وہ سب زعم کرینگے کہ وہ خدا کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث کو روایت کیا

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند امام احمد میں ایک حدیث بروایت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جسمیں ۲۷ کذابوں دجالوں کے آنیکی خبر ہے اسکے آخری الفاظ یہ ہیں

انی خاتم النبیین لا نبی بعدی	میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی

Marfat.com

نبی نہیں۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح الفاظ میں لفظ خاتم کے معنے اور اس کا حقیقی مفہوم سمجھا دیا۔ اس کے مقابلہ میں قہر کی جو شق نکالی گئی ہے اس شق کو تو نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور نہ مرزائی گروہ کی طرح کوئی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کی۔ اور ثابت ہے کہ ان لوگوں کا یہ اپنا قیاس ہے اور قیاس صرف اس صورت میں قابل غور ہوتا ہے کہ جب کلام نبوی میں اس لفظ کے مفہوم کی صراحت نہ ہوتی جبکہ صراحت موجود ہے تو قیاس کا یہاں اعتبار نہیں

مندرجہ بالا اقتباس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ تنقیح ہذا کا فیصلہ مرزائی گروہ کے خلاف ہے اگرچہ ایسی صریح اور خلاف دلایل کے بعد اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ بغور تحقیقات کیجاوے لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مرزائی گروہ کے دلائل بھی جانچے جاویں تاکہ کسی کو یہ کہنے کا حق نہ رہے کہ فلاں بات چھوڑ دی۔

سب سے بڑی دلیل جو اس تنقیح کے متعلق مرزائی گروہ کی طرف سے مل سکتی ہے وہ آیت قرآنی ہے اس آیۃ شریفہ سے ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ نبیوں کا سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا چنانچہ وہ آیت شریفہ یہ ہے۔

یٰبنی ادم اِمّا یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ اعراف)	اے بنی آدم اگر آویں تمہارے پاس رسول اور بیان کریں تم پر میری آیتیں۔ پس جو شخص تقوے کریگا اور نیکی کرے گا۔ پس نہیں ہے خوف اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے

بیان کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بلا قید زمانہ رسولوں کے آنیکی خبر دی ہے اور اسکے مخاطب بنی آدم ہیں اور بنی آدم قیامت تک رہینگے اس لئے ضروری ہے کہ قیامت تک نبی آتے رہیں اس کی تائید کے لئے یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا

اور نہیں ہیں ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ مبعوث کریں ہم رسول کو۔ اس تائید سے یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں پر عذاب کیسے نازل ہوگا جبکہ کوئی رسول مبعوث ہو اور اتمام حجت نہ ہو جاوے۔

Marfat.com

اس بحث میں ضروری بات یہہ ہے کہ قرآن شریف کی ایک آیت دوسری آیت کے خلاف نہیں ہو سکتی تو جب لفظ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم بتصریحات رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہی ثابت ہوا۔ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو اس آیت سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ نبی قیامت تک آوینگے۔

یہہ خیال بالکل صحیح ہے۔ کہ قرآن شریف کی آئتیں ایک ہی امر کے متعلق باہم مختلف نہیں ہو سکتیں بلکہ اگر کوئی اختلاف کسی کے استدلال سے پایا جاوے تو درحقیقت وہ استدلال کرنے والے کی سمجھ کی غلطی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ قرآن شریف میں بعض قصص انبیاء کے ہیں۔ بعض اوقات کہیں تو بالاجمال ہوتے ہیں۔ اور دوسری جگہ بالتفصیل تو جو آیت کسی امر کو مجملاً بیان کرتی ہے۔ وہ مجمل ہوگی۔ اور دوسری آیت جن میں تفصیل ہوگی۔ وہ مفصل مثلاً:۔

حضرت آدمؑ کا قصہ لے لو۔ پہلے سیپارہ سورۃ البقرہ میں ان کے پیدا کرنے کا ارادہ ملائکہ سے سوال اور ملائکہ کا امتحان بالتفصیل مذکور ہے۔ مگر اور جس جس مقام پر حضرت آدمؑ کا قصہ ہے۔ وہاں اس کا اجمال ہے برخلاف اس کے سورۂ بقر میں فرشتوں کے سجدے۔ ابلیس کا سجدہ سے انکار مختصر لفظوں میں ہے۔ اور دوسرے مقامات پر نہایت مفصل۔

سورہ بقرہ میں ایک شریعت یا قانون حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت کے لئے بتایا ہے۔ جو صرف اس آیت شریفہ میں محدود ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُم — ہم نے کہا کہ اُتر جاؤ اس (جنت)
مِنِّی هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا — سے سب پس اگر آوے تمہارے
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ — پاس میری طرف سے ہدایت
پس جو تابعداری کرے گا۔ ہدایت کی۔ پس نہیں ہے ان پر خوف اور نہ ہونگے وہ غمگین۔" ایسا ہی اختصار سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

اس آیت شریفہ کا مضمون اپنے معنے میں صاف ہے اور کوئی عقلمند اس

سے یہہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ یہہ حکم جنت سے نکل جانیکا اور اس کے تحت اتباع ہدایت امت محمدیہ کے لئے بعد بعثت سرور انبیاء مخصوص ہے۔ بلکہ صاف مطلب ہے۔ کہ یہ ایک حکم آدمؑ اور بنی آدمؑ کے لئے ایک شریعت اور قانون ہے۔ یہہ آیت مجمل ہے۔ اور سورۃ اعراف اس کی تفصیل ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ کیا کیا باتیں آدم اور بنی آدم کے لئے آدم سے کہی گئیں۔ اور یہی ان کے لئے شریعت تھی۔

جس آیت شریفہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نبیوں کے مبعوث ہونے کا استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ آیت اسی قانون اور اسی شریعت کا ایک ٹکڑہ ہے۔ اسی سارے بیان کو جو سورۃ اعراف میں ہے آیت زیر بحث تک مطالعہ کیا جاوے تو بلحاظ سیاق و سباق یہہ امر خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ احکام حضرت آدم کو ان کے اور ان کی ذریت کے لئے شریعت کے طور پر دیئے گئے تھے۔ تو اس سے یہ پایا گیا۔ کہ چونکہ حضرت آدم کے بعد نبی آنے والے تھے۔ اس لئے بنی آدم کو اتباع انبیاء کی تائید کی گئی۔ کہئے اس سے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انبیا کا مبعوث ہونا کس اصول سے صحیح ہو سکتا ہے۔

دیکھئے سورۃ بقر میں شیطان کے سجدہ کا صرف انکار ہی انکار درج ہے۔ اور سورۃ اعراف و دیگر مقامات میں وجہ انکار اور خدا سے مکالمہ بھی درج ہے۔ تو بہر حال قرآن شریف کو پڑھنے والا ہر دو مقامات کو جن میں ایک مجمل ہو اور ایک مفصل ایک ہی واقعہ سمجھنے پر مجبور ہوگا۔ اسی طرح آیت زیر بحث اور اس کا سیاق و سباق بالضرور اما یاتینکم منی ھدی کی تفصیل ہے۔ اور بس۔

دیکھئے قرینہ کیسا زبردست ہے کہ آیت مجمل میں اما یاتینکم اور فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہے۔ اور آیت زیر بحث میں یہی الفاظ موجود ہیں۔

اور علی العموم جہاں قرآن شریف میں زمانہ نبوی اور اس زمانہ کے بعد کے لوگ مخاطب ہیں۔ وہاں یا ایہا الناس استعمال کیا گیا ہے۔ اور جہاں صرف مسلمان مخاطب ہیں۔ وہاں صرف یا ایہا الذین آمنو کہا گیا ہے اور جہاں صرف کافر مخاطب ہیں۔ وہاں صرف یا ایہا الکافرون کہا گیا ہے۔ جہاں صرف بنی اسرائیل مخاطب ہیں۔ وہاں یٰبنی اسرائیل ہے اور جہاں یہودی عیسائی مخاطب ہیں۔ وہاں یا اہل الکتاب کہا گیا ہے۔ تو اگر آیت زیر بحث حکایتاً حضرت آدم کے قصہ میں محدود نہ ہوتی اور قیامت تک کے لوگ اس میں مخاطب ہوتے۔ تو محاورہ قرآنی کے مطابق خطاب بہ الفاظ یا ایہا الناس ہوتا۔ نہ کہ یٰبنی آدم۔

قرآن پاک میں لفظ آدم ۲۴ جگہ ہے۔ اس تفصیل سے کہ:۔

سورۃ بقر میں	سورۃ آل عمران میں	سورۃ مائدہ میں	سورۃ اعراف میں
۵۔ دفعہ	۲۔ دفعہ	ایک دفعہ	۷۔ دفعہ
سورۃ بنی اسرائیل میں	سورۃ کہف میں	سورۃ مریم میں	سورۃ طہٰ میں	سورۃ یٰسین میں
۲۔ دفعہ	ایکدفعہ	ایکدفعہ	۴۔ دفعہ	ایکدفعہ

ان سب مقامات میں سے الفاظ بنی آدم ۹۔ جگہ ہے مگر دو جگہ تو بنی آدم بصیغہ غائب ہے۔ پانچ مقامات پر بصیغہ خطاب یٰبنی آدم ہے اور ان پانچ مقامات پر ۴۔ دفعہ تو اسی سورۃ اعراف میں ہے اور انہیں چار میں یہ آیت شریفہ بھی ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اور پانچواں مقام سورہ یٰسین میں ہے۔

الم اعهد الیکم یبنی ادم ان لا تعبدوا الشیطن انه لکم عدو مبین ہ	کیا نہیں کہدیا تھا تم سے اے بنی آدم یہ کہ نہ عبادت کرو شیطان کی تحقیق وہ (شیطان) تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

اس آیت شریف کا سیاق اور سباق شہادت دیتا ہے۔ کہ یہ قیامت کے دن خطاب ہوگا۔ جبکہ اہل جنت کو الگ کر کے جنت [illegible]

جائیگا۔ اور مجرموں کو الگ کرکے کہدیا جائیگا۔ کہ تم سے کہہ دیا گیا تھا کہ میری عبادت کرو۔ اور شیطان کی عبادت نہ کرو۔ تم نے نہیں مانا۔ اب جہنم تمہارے لئے تیار ہے۔ جس کا تم سے وعدہ تھا۔

بلحاظ اس کے کہ یہہ خطاب قیامت کے دن کا ہے۔ مضمون زیر بحث سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اتنا پتہ اس سے ضرور چلتا ہے۔ کہ جو خطاب بالفاظ یٰبنی آدم آدم سے کہا گیا تھا اسی کا یاد دلانا مقصود ہے۔ پس سوال یہ ہے۔ کہ اگر آیت زیر بحث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ کیواسطے بمنزلہ ایک حکم کے ہے۔ تو اس سے پہلے کسی سے یہہ خطاب مخصوص نہ ہوگا۔ حالانکہ بداہتاً غلط ہے۔

باقی ۴ مقامات سورۂ اعراف میں ہیں اور حضرت آدمؑ کے قصہ کے تحت میں ہیں۔ اور باقی سارے قرآن شریف میں جہاں لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ وہاں الفاظ یٰبنی آدم نہیں بلکہ یا ایھا الناس وغیرہ ہے۔ تو اگر یہہ حکم بعد زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واجب العمل اور ناطق ہوتا۔ اور محض قصہ نہ ہوتا۔ تو خطاب بصورت یاایھا الذین آمنوا ہوتا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ محاورہ قرآنی ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ آیت زیر بحث کو حکم سمجھا جاوے۔

بعض مرزائی ایک سوال کر دیا کرتے ہیں۔ اگرچہ اہل علم کے نزدیک وہ سوال ہی لغو ہے۔ لیکن چونکہ ہم وعدہ کرچکے ہیں۔ کہ تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔ اس لئے یہاں اس کا ذکر ضروری ہے۔

کہتے ہیں کہ اصول کا مسئلہ ہے۔ کہ اگر مورد خاص ہو تو حکم عام ہو جاتا ہے اور سب کے لئے بمنزلہ قانون ہے۔ پس مان لیا کہ یہہ حکم آدم کے لئے تھا اور مورد اس کا وہی اور ان کی اولاد تھی۔ تو حکم تمام اولاد کے لئے ہے۔ جو قیامت تک ہوگی۔

بیشک بالکل صحیح ہے۔ کہ حضرت آدم کی تمام اولاد اس میں مخاطب تھی اور اس کی تعمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جتنے انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں اگر

نبی پر ایمان لاویں۔ اور یہ فیصلہ ہوگیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ اور لفظ خاتم النبیین کا یہی مفہوم ہے۔ تو حکم کا یہ منشا ہوا۔ کہ نبیوں پر ایمان لاؤ۔ نہ کہ قیامت تک نبی ہوں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلامی ایمان میں تمام انبیاء پر ایمان لانا شرط ہے۔ ہم نے انکا نام اور ذکر سنا ہو۔ یا نہ سنا ہو۔ سو الحمد للہ کہ تمام مسلمان انبیاء کرام پر ایمان رکھتے ہیں۔

دوسری آیت جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ اتمام حجت نہ ہو لے تو عذاب کیونکر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قبل از بعثت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک پر فرض تھا۔ کہ اپنی قوم یا اپنے ملک یا اپنی بستی کے نبی پر ایمان لاویں۔ کہ وہی ذریعہ اتمام حجت تھا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ کی معرفت بذریعہ قرآن شریف تمام لوگوں کے لئے اتمام حجت ہو گیا اور یہی منشار خداوندی ہے جسکی تائید آیات ذیل سے ہوتی ہے فرمایا کہ

تبارک الذی نزل الفرقان علے عبدہ لیکون للعالمین نذیراہ

بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جس نے نازل کیا قرآن شریف اپنے بندے (محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم) تاکہ ہو تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا۔ اور فرمایا کہ:-

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) مگر تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا (جنت کی) اور ڈرانے والا (عذاب جہنم سے) لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے

ان آیتوں نے اس بحث کے تمام پہلوؤں کا خاتمہ کر دیا۔ اور لفظ خاتم النبیین کی اس سے زیادہ اور کچھ وضاحت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تمام جہانوں کے واسطے قرآن ہے۔ اور تمام لوگوں کے لئے حضور سرور عالم بشیر و نذیر ہیں۔ تو پھر کسی دوسرے کی انتظار کرنا یا کسی اور کو اس کے بعد نبی مان لینا سخت جرم ہے۔ اور ولکن اکثر الناس لا یعلمون

سے حکم میں داخل ہے۔

رہا یہ امر کہ لفظ خاتم بفتح تار ہے۔ اور اس کے معنی انگوٹھی یا مُہر کے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اگر اسی کو صحیح سمجھا جاوے۔ تو بھی لفظ خاتم کا مفہوم وہی ہے۔ جو بیان ہوا۔ کیونکہ مُہر اُسی وقت کی جاتی ہے۔ جبکہ کوئی کاغذ نوشتہ یا فرمان مکمل ہو جاوے۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ نبوت کے کاغذ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مُہر ہیں۔ جیسے کہ اینٹ کی مثال والی حدیث بیان کرتی ہے۔ نہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مُہر سے نبی ہوا کریں گے۔ حاشا وکلا۔

اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی تشریح فرماتے کہ آئندہ جو نبی ہوں گے۔ وہ میری مہر سے ہوا کرینگے۔ حالانکہ حضور نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ صاف لفظوں میں صراحت فرمادی کہ میرے بعد کوئی نبی ہی نہیں۔ اور حضور کا یہ فرمانا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ پس جبکہ عمرؓ بھی نبی نہ ہوے۔ تو لازم ہوا۔ کہ اور بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور ثابت شدہ مفہوم میں کوئی قباحت نہیں۔

لا نبی میں نبی نکرہ اور اس پر لائے نفی جنس ہے۔ گلشن قاسمی کے نونہال اور ہونہار پودے مولوی محمد بہاؤ الحق صاحب طال عمرہ وسلمہ نے اپنے مضمون مندرجہ الفقیہ ۵۔ جنوری ۱۹۲۹ء میں قانون نحو کی رو سے بتایا ہے۔ کہ لا جب نکرہ پر آتا ہے۔ تو فائدہ استغراق کا دیتا ہے۔ اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں

پس دلائل و براہین قرآنیہ و نبویہ سے تنقیح اول کا فیصلہ بحق منکران مرزا اور خلاف مرزائیان ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

دوسری تنقیح بعد رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قسم کا نبی ہو سکتا ہے؟

اس تنقیح کے دو جزو ہوں گے۔ کیونکہ مرزا صاحب کے قائم مقاموں کی دو پارٹیاں ہیں جیسا کہ ہم ابتدائے مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے اس تنقیح کا تعلق دونوں پارٹیوں

137255

Marfat.com

سے علیحدہ علیحدہ صورتوں میں ہے۔
قادیانی پارٹی جس کے لیڈر مرزا صاحب کے فرزند ہیں، مرزا صاحب کی نبوت کو حقیقی نبوت سمجھتے ہیں۔ اور لاہوری پارٹی جس کے امام مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں مرزا صاحب کی نبوت کو ظلی بروزی وغیرہ مانتے ہیں۔
تو جزو اول جس کا تعلق قادیانی پارٹی سے ہے۔ قابل بحث نہیں کیونکہ تنقیح اول کے فیصلے سے ادعائے نبوت حقیقی مثل انبیاء کرام کے خود بخود باطل ہو گیا یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب لاہوری پارٹی کے خیالات کی تنقید اس تنقیح کے ضمن میں ضروری ہے
لاہوری پارٹی کہتی ہے کہ مرزا صاحب نبی تو ہیں مگر ایسے نہیں جیسے کہ انبیاء سابقین تھے۔ بلکہ یہ لقب مجازاً اختیار کیا گیا ہے اس سے مراد ظلی یا بروزی ہے۔ اور یہ لقب مجازی تمام امت محمدیہ کے علماء کو حاصل ہے۔
اس کے ثبوت میں وہ یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل | میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مانند ہیں

علاوہ بریں مرزا صاحب کی تصانیف میں سے انکار نبوت حقیقی و ادعائے نبوت بروزی و ظلی کے حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔
قبل اس کے کہ اس دعوے کی دلیل پر غور کیا جاوے چند ایسے امور ہیں جنکا ذکر اس مقام پر ضروری ہے۔ تاکہ مرزائی مسلک سے ہی حقیقت کھل جاوے۔
اخبار بدر قادیان مرزائیوں کا ایک مشہور اخبار ہے اور مرزا صاحب کی زندگی میں بڑی آب و تاب سے چھپتا رہا۔ جن لوگوں کو اخبار بدر کے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کے ابتدائی صفحہ پر حسب ذیل مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا عقیدہ چھپتا رہا ہے۔ اور یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کا تصنیف کردہ سراج منیر میں درج ہے۔

ما مسلمانیم از فضل خدا ✦ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ✦ ہر نبوت را بروشد اختتام

مرزا صاحب ہمیشہ ان اشعار کو دیکھتے رہے۔ اگرچہ ان کے اپنے تصنیف کردہ تھے

پھر بھی کبھی نہ تو ایڈیٹر بدر کو ان اشعار کے شائع کرنے سے منع کیا۔ اور نہ اس کی کوئی تاویل و تشریح کی۔

ان اشعار کا مطلب صاف ہے۔ کہ ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام و پیشوا ہیں۔ وہ سب رسولوں سے بہتر سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ اور ہر ایک قسم کی نبوت ان پر ختم ہو گئی

تو اب اگر نبوت کی تقسیم کی جاوے اور کسی خاص قسم کی نبوت مخصوص کیجاوے تو ایسا حق اب نہ مرزا صاحب کو حاصل ہے اور نہ مرزا صاحب کے جانشینوں کو لیکن ہم مرزا صاحب کی نبوت کو قاعدہ شرعیہ سے بھی پرکھ لینگے۔ تا کہ کوئی پہلو باقی نہ رہے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت حقیقی نبوت نہیں۔ بلکہ مجازی نبوت ہے۔ اور ایسے نبی کے مختلف نام ہمکو مرزائی لٹریچر میں ملتے ہیں بروزی ظلی محدث غیر تشریعی وغیرہ اور بیان کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ مرزا صاحب کو مکاشفہ و مکالمہ و مخاطبہ الٰہی تھا۔ اور اس طرح پر انہوں نے غیب کی خبریں بتائیں۔ اور نبی مشتق ہے۔ نبا سے جسکے معنی خبر دینے والا ہیں۔ تو اس لئے نحوی معنوں کے لحاظ سے ان کو نبی کہا جاتا ہے۔ دوسرا مرزا صاحب محدث ہیں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے اس لئے مرزا صاحب کو نبی کہا گیا اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد ہوگا۔ اور یہ مجدد چونکہ خدا کے الہام سے تجدید احکام کرتا ہے اس لئے ملہم ہونے کی حیثیت سے اسکو نبی کہا گیا۔

یہ تو بعد کی تنقیحات میں دیکھا جاویگا۔ کہ مرزا صاحب کو مکالمہ الٰہی حاصل تھا یا نہیں اور یہ کہ انکی بتائی ہوئی خبریں صحیح بھی نکلیں یا نہیں اور یہ کہ مکالمہ و پیشگوئیاں دلیل نبوت بھی ہیں۔ یا نہیں لیکن یہاں صرف اس امر پر بحث ہوگی۔ کہ نبوت کے اقسام جو بیان کئے جاتے ہیں۔ کیا اصلیت رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم لفظ محدث کو لیتے ہیں۔ جو مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا بنیادی پتھر ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان مرزائی اور غیر مرزائی دونوں کیلئے حجت ہے اسلئے ضروری ہے کہ حضور کا فرمان مدار

ہی کے الفاظ اس کے متعلق بیان کر دیئے جاویں۔ تاکہ یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاوے۔

حضور فرماتے ہیں کہ:-

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون وان یک فی امتی احد فانہ عمر (مشکوٰۃ)	البتہ تحقیق تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ سو اگر میری امت میں

کوئی ایک (محدث) ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔

اس حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ میں کوئی محدث ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہوتے۔ تو اب کسی کا یہ دعویٰ کہ میں محدث ہوں صراحتاً غلط ٹھہرا۔ اور جب محدث ہونے کا دعویٰ ہی غلط ٹھہرا تو کوئی ضرورت باقی نہ رہی جو اس امر کی تحقیق کی جاوے۔ کہ محدث کسی معنی میں نبی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ابھی تک مرزائی لٹریچر میں کوئی ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں پایا گیا۔ کہ امت محمدیہ میں کوئی محدث ہو سکتا ہے اس لئے لفظ محدث کی بحث کا یہاں خاتمہ ہے۔ لیکن اگر بالفرض محال کوئی ایسا ثبوت پیش کیا جا سکے۔ تو ایسا نہ ہو کہ یہ بحث نامکمل رہے اس لئے ناظرین یہ بھی دیکھ لیں۔ کہ محدث نبی ہوتا ہے یا نہیں۔ کتاب بخاری کے باب المناقب میں مندرجہ بالا حدیث دوسرے الفاظ میں مروی ہے جو محدث کے معنی بتلاتی ہے۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں۔

قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر	تحقیق ہوا کرتے تھے تم سے پہلے بنی اسرائیل میں آدمی جو باتیں کیا کرتے تھے (یعنی محدث ہوتے تھے) اور یہ نبی نہیں ہوا کرتے پس اگر میری امت

میں ایسا کوئی ایک بھی ہوتا۔ تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔

الفاظ من غیر ان یکونوا انبیاء نے فیصلہ کر دیا۔ کہ محدث نبی نہیں تھے بس دونوں پہلوؤں سے اس بحث کا خاتمہ ہے۔ اول تو محدث کوئی اب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض محال کوئی ہو بھی تو وہ نبی نہیں کہلائیگا۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ ایسا سفید جھوٹ ہے۔ کہ جس کی سفیدی سیاہی لگنے سے

بھی نہیں چھپ سکتی۔

کہا جاتا ہے۔ کہ مجدد تو ہر صدی کے سر پر ہونا چاہیے۔ تو بتاؤ کہ تیرہویں صدی کے اختتام پر اور چودہویں صدی کے شروع ہونے پر کون مجدد ہے کہتے ہیں۔ کہ چونکہ دعویٰ کسی نے مجددیت کا نہیں کیا۔ اور مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تو ماننا پڑیگا۔ کہ وہ مجدد ہیں اچھا جب مان لیا کہ وہ مجدد ہیں تو یہی بروزی نبوت ہے۔

بالکل صحیح ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد ہونا چاہیے۔ مگر یہ غلط ہے کہ مجدد دعویٰ بھی کرے کہ میں مجدد ہوں۔ تیرہ صدیاں گذر گئیں اور چودہویں جا رہی ہے۔ تو تیرہویں صدی کے اختتام سے پہلے لامحالہ بارہ یا تیرہ مجدد ہو گئے۔ مگر مرزائی لٹریچر میں کوئی ثبوت اس امر کا موجود نہیں اور نہ تاریخی کتابوں سے ثابت ہو سکتا ہے کہ سوائے دو تین کے کسی نے دعویٰ کیا ہو۔ کہ میں مجدد ہوں اور جن چند بزرگوں نے اپنے آپکو مجدد کہا بھی ہے۔ ان کے دعاوی ہرگز ایسے نہ تھے جیسے کہ مرزا صاحب پس اب مرزا صاحب کو کونسا حق ہے کہ وہ اپنے آپکو مجدد قرار دیں۔

آب سمجھنا چاہیے کہ مجدد کس کو کہتے ہیں۔ مجدد کے معنی تجدید کرنے والا یعنی نیا کرنے والا اصطلاح شریعت میں مجدد اس کو کہتے ہیں۔ کہ اسلام کے حکموں کو اپنے وقت میں نیا کرے۔ اور لوگوں کے دلوں میں بھولے ہوئے احکام زندہ کرے جب کہ وہ لوگوں کے دلوں سے وہ احکام فراموش ہو چکے ہوں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ کام تو علماء ہمیشہ کیا ہی کرتے ہیں احکام سناتے ہی رہتے ہیں۔ تو پھر مجدد میں کیا خصوصیت رہی۔ سو واضح ہو۔ کہ مجدد اور غیر مجدد اگرچہ دونوں احکام الٰہی جو قرآن حدیث میں ہیں سناتے ہیں مگر فرق یہ ہے۔ کہ مجدد کے سنانے میں خدا نے ایسی تاثیر پیدا کر دی ہوتی ہے کہ لوگ جو سنتے ہیں احکام پر بھی عمل کرتے ہیں اور غیر مجدد کے سنانے میں یہ بات نہیں ہوتی۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اس وقت جبکہ مرزا صاحب اپنے آپکو بحیثیت مجدد دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کون سے احکام الٰہی ہیں جو لوگوں نے فراموش کر دیئے۔

Marfat.com

حضرت مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے گذشتہ ماہ شعبان المعظم کی آخری تاریخوں میں بمقام فیروزپور ایک اسلامی جلسہ میں اس کے متعلق ایک نفیس بات بیان فرمائی تھی جسکو میں بغرض مطالعہ ناظرین یہاں درج کرتا ہوں آپ نے فرمایا۔

اس زمانہ میں پنجاب کے مسلمانوں نے وراثت دختران کے متعلق خدا کا حکم قطعاً فراموش کر دیا ہے۔ اور لڑکیوں کو حصہ پدری نہ دینے کے معاملہ میں انکا خلاف شریعت رواج اسقدر مضبوط ہو گیا ہے۔ کہ عدالت بھی رواج کے مطابق فیصلہ کرنے پر مجبور ہے اس وقت اگر مرزا صاحب مُجدّد تھے۔ تو ان کو چاہیئے تھا کہ وہ اس رواج یا ایسے اور رواجوں کی بیخکنی کرتے۔ اور ساتھ ہی اس کا اثر ہوتا۔ اور عام لوگ جن کے کانوں تک مرزا صاحب کی آواز پہنچتی یا جن کی آنکھیں اُن کی تحریریں دیکھتی وہ مان جاتے تو سب سے پہلے میں انکو مجدد تسلیم کرتا۔ مگر برخلاف اس کے انہوں نے کیا کام کیا صرف یہ کہ میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ مجدد ہوں۔ مُحدّث ہوں۔ مسیح ہوں۔ موسے ہوں۔ ابراہیم ہوں۔ داؤد ہوں۔ مریم ہوں۔ آدم ہوں۔ کرشن ہوں۔ مہدی ہوں۔ اچھا صاحب یہ تو بتایئے۔ کہ اتنی چیزیں آپ کیوں ہو سارا لٹریچر جواب دیتا ہے کہ صرف اسی لئے کہ لوگوں کو منوائیں۔ کہ میں ہوں بس اور کوئی بات نہیں۔

بالکل ٹھیک ہے ساری کتابیں مرزا صاحب کی پڑھ جاؤ۔ سوائے اس کے کچھ نہیں پاؤ گے۔ کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں مجھے یہ مانو اور وہ مانو میری پیشگوئی نے لیکھرام کو یوں کیا۔ آتھم یہ ہوا۔ نکاح والی پیشگوئی یہ ہوئی اور وہ ہوئی۔

اوّل تو انہوں نے فراموش شدہ احکام خداوندی کو تازہ کرنے کے لئے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا لیکن اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ ساری مرزائی جماعت جیسا کہ اسکا دعوے ہے۔ صحابہ کرام کا رتبہ رکھتے ہیں اور پابندی شریعت و تعمیل احکام خداوندی نیز اخلاقی پہلو سے ایک ممتاز جماعت ہے لیکن افسوس سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ اضلاع گورداسپور و سیالکوٹ۔ فیروزپور گوجرانوالہ وغیرہ کے زمیندار جو مرزائی ہو کر پھولے نہیں سماتے اِتنک لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے

اگرچہ اکثروں نے بہشتی مقبرہ (برعکس نہند نام زنگی کافور) کے واسطے اپنی جائداد کا دسواں حصہ بذریعہ وصیت کے دیدیا۔ مگر مرزا صاحب نے اس کی تحقیقات ہی نہ کی۔ کہ جس جائداد کا دسواں حصہ ان کی ملکیت ہے یا وہ درحقیقت مال حلال اور بذریعہ تقسیم شرعی حاصل ہوا۔ یا رواج کے قاعدہ کے رو سے آیا ہے۔ مگر ان کو حلال حرام کی پرواہ کیوں ہوتی۔ ان کو تو صرف اس سے غرض تھی۔ کہ لوگ دیدیں۔ کسی طرح کی کمائی ہو۔ افسوس

الغرض یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ مرزا صاحب کی ذات میں مجدد ہونے کی قابلیت تھی۔ اور نہ مجدد ہو سکتے ہیں۔

خداوند کریم کے وہ نیک بندے جو اب تک مجدد ہوئے کسی کو معلوم نہیں کہ کون تھے۔ لوگوں نے بلا ان کے دعوے کرنے کے خود ان کے تقدس اور اثر کو دیکھکر انہیں مجدد سمجھا اس لئے مشخص نہیں ہو سکا۔ کہ مجدد درحقیقت کون ہے۔ جس جماعت یا جس گروہ نے خدا کے کسی مقبول بندے میں اوصاف پائے ان کے نزدیک وہی مجدد ہوا۔

آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے ہادی و پیشوا عالیجناب حضرت مولانا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب حنفی نقشبندی قادری مجددی نوری محدث علیپوری دام برکاتہم و فیوضہم و روحی لہ الفداء کے کلمات طیبات سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دلوں پر قبضہ ہو رہا ہے۔ اور خدائی منادی ان کو دنیا میں مشہور کر رہی ہے۔ مگر ان کا دعوے نہیں کہ میں مجدد ہوں۔ بلکہ اسلامی عقائد کے مطابق خدا کو خدا نبی کو نبی صحابہ کو صحابہ تابعین کو تابعین ولی کو ولی غرضکہ ہر ایک کو اس کے درجہ کے مطابق سمجھتے ہیں۔ خود کچھ بننا تو درکنار اپنے لئے اتباع سلف صالحین کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ بجائیکہ لاکھوں نفوس ان کے غلام ہیں۔ جن کے قلوب کو تزکیہ کی زیب و زینت سے آرائش ہوئی۔ اور لاکھوں بے نمازوں نے نمازوں کے فراموش کردہ سبق کو یاد کر لیا۔

اضلاع رہتک حصار گوڑگانواں کے مسلمان راجپوتوں میں ہندوؤں کی طرح

بیوہ کا نکاح ثانی نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس قوم میں نکاح ثانی سے بڑھکر کوئی بری بات نہ تھی عرصہ قریباً ۲۰ سال کا ہوا کہ حضرت خواجہ عبد الخالق صاحب (جہان خیل) نے بمقام کلانور ضلع رہتک اس قوم کے مقتدر لوگوں کو جمع کر کے وعظ کیا اور نوجوان بیواؤں کے نکاح کے متعلق شریعت کا وہ حکم سنایا۔ جو وہ فراموش کر چکے تھے۔ خدا نے ایسا اثر پیدا کیا۔ کہ تمام قوم نے اسی مجلس میں حلفی وعدہ کر لیا۔ کہ بیوہ کا نکاح ضرور کر دیا کرینگے۔ چنانچہ اب برابر بیوہ کا نکاح ثانی ہوتا ہے اگر خواجہ صاحب موصوف دعویٰ مجددیت کر لیتے تو ایک حد تک واجب التسلیم تھا مگر انہوں نے کوئی دعوے نہ کیا۔ اور کیوں کرتے مجدد کا کام نہیں کہ وہ دعوے کرے۔ کہ میں مجدد ہوں۔

آج اسلامی دنیا میں حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی جو قدر و منزلت ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ علمائے حرمین الشریفین میں سے اکثر نے ان سے اجازتیں حاصل کیں۔ اور انہوں نے فرقہ ہائے ضالہ مبتدعہ کی کوششوں کی روک تھام میں بذریعہ تحریر جو سعی بلیغ فرمائی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں اور ان کے حلقہ اثر میں جو بیشمار مسلمان ہیں۔ ان میں جو بڑے متبحر عالم ہیں۔ انہوں نے ان کو اس صدی کے مجدد کا خطاب دیا ہے۔ جسکو تمام اہل سنت والجماعۃ نے استحسان کی نظر سے دیکھا۔ بایں ہمہ ان کو دعوے نہیں کہ میں مجدد ہوں بلکہ اپنا فخر اسی میں سمجھتے ہیں کہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلیں۔

یہ یاد رہے۔ کہ امت محمدیہ میں جسقدر اولیاء کرام پیدا ہوئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا۔ مگر انہوں نے اپنی نسبت کوئی دعوئی نبوت تو درکنار دعوے ولایت بھی اپنی زبان سے نہیں کیا۔ ہاں مدعیان نبوت تو ہوئے جن کی نسبت تمام امت محمدیہ کا یہ اتفاق ہے۔ کہ وہ تمام کاذب تھے۔ اور ایسے مدعیان نبوت کو تمام امت مرحومہ کاذب سمجھنے پر مجبور ہے اس لئے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرما دیا تھا۔ کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال ہونگے۔ جو دعوئی نبوت کا کرینگے مگر

میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں (ملاحظہ ہو حدیث مندرجہ فیصلہ تنقیح علا)
مرزا صاحب کا دعوے بھی ویسا ہی دعوے ہے۔ تو اُمت محمدیہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مرزا صاحب کو دجال اور کذاب قرار دینے پر مجبور ہیں۔

مرزائی لٹریچر سے اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ مدعیان نبوت کاذبہ مرزا صاحب کے نزدیک کاذب ہیں یا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قصداً اس امر میں ایک حرف تک نہیں لکھا۔ کیونکہ ان کو کاذب قرار دینے میں جن دلائل سے کام لیا جاسکتا ہے۔ وہی حربہ خود مرزا صاحب پر پڑتا ہے۔ اس لئے بہتری اسی میں سمجھی۔ کہ خاموشی اختیار کریں۔

اگر یہ خیال کیا جاوے۔ کہ مرزا صاحب کا دعوئی نبوت جبکہ مستقل نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتے ہوئے دعوے ہے جو شریعت محمدیہ کے تحت ہے۔ تو اس کا جواب صاف ہے کہ ایسا دعوئی بھی نبوت کاذبہ کی دلیل ہے۔ دیکھو مسیلمہ کذاب کا دعوے نبوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار پر مبنی تھا۔ بلکہ مسیلمہ کذاب کہتا تھا۔ کہ لنا نصف الارض وا لقریش نصف ولکن القریش لا یعلمون۔ یعنی نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی ہے۔ مگر قریش نہیں جانتے۔ جو خط مسیلمہ کذاب نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا۔ اس پر یہ لکھا تھا کہ من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اس سے ظاہر ہے کہ مسیلمہ نے نبوت محمدیہ سے انکار نہیں کیا تھا اسیطرح اگرچہ مرزا صاحب نبوت محمدیہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن دعوئے نبوت میں ہر حال کاذب ہوں گے۔

مرزائی لٹریچر میں ایسے طریق پر مادہ بھر دیا گیا ہے۔ کہ اس سے جو کچھ چاہو ثابت کرلو۔ جہاں یہ پایا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب تابع شریعت محمدیہ تھے۔ وہاں یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل بتلاتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام میں مرزا صاحب نے صاف لفظوں میں لکھدیا ہے۔ کہ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے بعض الفاظ کے معانی و

حقیقت معلوم نہ ہوئی۔ (ازالہ اوہام ص۶۶۸ وص ۶۹۰/۶۹۱) اس سے ظاہر ہے۔ کہ جس حال میں (خاکش بدہن) اس کو توقرآن کے معانی وحقیقت معلوم ہوگئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ ہو توظاہر ہے۔ کہ وہ اپنے آپکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل بتاتا ہے۔ مرزائی جماعت اس سے انکار نہیں کرسکتی۔ کیونکہ مرزاصاحب کی زندگی میں اس کے ایک مرید نے لکھا تھا کہ ؎

محمد پھر اتر آئے جہاں میں ۰ مگر پہلے سے بڑھکر عزو شان میں

اگر مرزاصاحب اپنی جماعت کو اپنی بڑائی نہیں بتاتے تھے۔ اور اپنی فوقیت ان سے نہیں منوائی تھی۔ تو کسی کی جرأت ہی کیا ہوسکتی تھی۔ کہ ایسا کفر بکے۔ بالفرض کسی نے روزگار کی لالچ سے اپنا ایمان ضائع کرکے زیادہ لالچ سے بیجا تعریف بھی کی تھی۔ تواگر مرزاصاحب کا خیال ایسا نہ ہوتا۔ توفوراً اس کا رد کردیتے اور صاف لفظوں میں لکھدیتے کہ یہ صریح کفر ہے۔ نہ میں محمد ہوں نہ دوبارہ آیا ہوں۔ بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام۔ اُن سے شان میں بڑھنا تو درکنار ان کا خاک پا بھی نہیں ہوں اور یہ کہ جس نے ایسا لکھا ہے وہ کافر ہے۔ مگر مرزاصاحب نے ایسا نہیں کیا۔ تو یہ کہنا کہ وہ نبوت محمدیہ پر ایمان رکھتے تھے ایک دہوکا ہے۔

محدث اور مجدد کا فیصلہ بہرحال مرزائیوں کے خلاف ہے۔ اب یہ دیکھنا ہی کہ لاہوری پارٹی جس طرح کا نبی مانتی ہے۔ ویسا نبی بھی ہوسکتا ہے یا نہیں۔

بیان کیا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد بزرگان دین کو لوگوں نے اپنے وقت کا نبی کہا ہے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا روم نے کسی بزرگ کے حق میں فرمایا ہے۔

کو نبی وقت خویش است اے مرید

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ نبوت دو قسم کی ہے۔ ایک تشریعی دوسری غیر تشریعی تشریعی نبوت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ختم ہوگئی مگر نبوت غیر تشریعی قیامت تک باقی رہے گی۔

Marfat.com

تو اس سے یہہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ جب بزرگان دین کو نبی کہا گیا تھا۔ اور نبوت غیر تشریعی باقی بھی ہے۔ تو مجازاً اگر مرزا صاحب کو نبی کہدیا گیا ہے۔ تو اس میں کونسی قباحت اور کونسا کفر لازم آتا ہے۔

مگر عقلمندوں کے نزدیک مرزا صاحب کی اور بزرگان دین کی مطابقت کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ کسی نے خود اپنے آپ کو نبی نہیں کہا اور نہ نبوت کا دعوے کیا۔ اور مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ مثنوی ایک بڑی ضخیم کتاب ہے۔ اس میں اس مصرع کا تلاش کرنا ممکن نہیں۔ لیکن اگر بالفرض یہ مصرع واقعی ہو۔ تو جبکہ تحقیقات شرعیہ میں یہہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اس کا کیا اعتبار ہوگا

علاوہ بریں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ مطلب بھی نہیں جو بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ جو کچھہ انہوں نے لکھا ہے۔ اس کا نتیجہ بھی یہہ ہے۔ کہ اب نبی کوئی نہیں ہوسکتا۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

واما نبوۃ التشریعی والرسالۃ فمنقطعۃ وفی نبینا صلے اللہ علیہ وسلم قد انقطعت فلا نبی بعدہ مشرعاً او مشرعاً لہ (فصوص الحکم)

اور لیکن نبوۃ تشریعی پس وہ منقطع ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحقیق منقطع ہو گئی۔ پس نہیں ہے کوئی نبی اسکے بعد خواہ خود صاحب شریعت ہو۔ یا تابع شریعت

جن بزرگوں نے اس کی شرح لکھی ہے۔ انہوں نے اس کو زیادہ واضح کر دیا

چنانچہ مشرعاً اور مشرعاً لہ کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

فلا نبی بعدہ مشرعاً ای اتیاً بالاحکام الشرعیۃ من غیر متابعۃ لنبی اٰخر قبلہ کموسیٰ وعیسیٰ ومحمد علیہم الصلوۃ والسلام او مشرعاً لہ ای متبعاً لما شرعہ النبی المتقدم کانبیاء بنی اسرائیل اذ کلہم کانوا داعین الی شریعۃ موسیٰ علیہ السلام (شرح خصوص الحکم جامی صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰)

پس نہیں نبی بعد ان کے مشرع یعنی سوائے اتباع کسی نبی کے جو پہلے ہو چکا ہو احکام شریعت بتاوے جیسے موسیٰ و عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرع لہ یعنی شریعت کی اتباع کرنیوالا نبی جو اس سے پہلے شریعت لا چکا ہو۔

جیسے انبیاء بنی اسرائیل جو شریعت موسوی کی دعوت دیتے تھے"۔
دوسری شرح میں بھی یہی ہے چنانچہ لکھا ہے:۔

مشرعاً علیٰ صیغۃ اسم الفاعل کموسیٰ وعیسیٰ و محمد علیہم السلام والصلوٰۃ او نبیاً مشرعاً لہ ای نبیاً داخلاً فی شریعۃ مشرع کانبیاء بنی اسرائیل اذ کانوا کلھم علی شریعۃ موسیٰ علیہ السلام۔
خصوص الکلم فی معانی خصوص الحکم مصنفہ شیخ داؤد بن محمود القیصری۔
ص ۲۴۳ و ۲۴۴

"شرع صیغہ اسم فاعل پر ہے جیسے موسیٰ وعیسیٰ اور محمد علیہم السلام والصلوٰۃ یا نبی شرعاً لہ یعنی وہ نبی جو شرع کی شریعت میں داخل ہو جیسے انبیاء بنی اسرائیل جبکہ وہ سب کے سب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے"۔

پس ثابت ہوا کہ جس قسم کی تقسیم نبوت کی مرزائی لٹریچر پیش کرتا ہے، وہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ یہ ظاہر ہے کہ شیخ اکبر نبی صاحب شریعت اور نبی تابع شریعت دونوں کو نبوت تشریعی سے تعبیر کرتے ہیں اور دونوں کی نسبت صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ ایسی نبوت منقطع ہو گئی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر نبوت غیر تشریعی سے مراد کیا ہے؟ سو واضح ہو کہ نبوت غیر تشریعی سے حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کی مراد یہ ہے کہ ولایت جو امت محمدیہ میں قیامت تک رہیگی، یہ نبوت غیر تشریعی ہے یعنی شرعاً جسکو نبی کہاجاتا ہے وہ نہیں۔ اور مرزا صاحب کا کہنا کہ غیر تشریعی اسکو کہتے ہیں جو خود صاحب شریعت نہ ہو اور تابع شریعت ہو یہ مرزا صاحب کا ڈھکوسلا ہے۔

اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبوت غیر تشریعی کا نام اگر نبوت ہے تو کسی ولی یا بزرگ کو غیر شرعی طور پر نبی کہا جائے تو اس میں کیا قباحت ہے تو واضح ہو کہ جنکے کلام سے یہ اعتراض یا سوال پیدا ہوتا ہے وہ صاف لفظوں میں اسکا فیصلہ فرماتے ہیں کہ

اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فتوحات مکیہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۶)

"نام "نبی" زایل ہو گیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو (خواہ کوئی ہو)

نبی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ شریعت میں جس عہدہ کا نام نبی تھا وہ عہدہ ہی موقوف کر دیا گیا۔ علاوہ برآں یہ بات غور طلب ہے کہ شیخ اکبر قدس سرہ جس نبوت کو غیر تشریعی فرماتے ہیں اسکا نام وہ ولایت رکھتے ہیں۔ تو کسی کو نبی کہنا شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں بھی نا جائز تھا۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رؤیائے صالحہ نبوت کا چالیسواں حصہ ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ خواب دیکھنے والے کو نبی جزوی کہدیا جاوے یا پوری ۴۰ خوابیں دیکھنے والوں کو پورا نبی کہدیا جاوے۔ حاشا وکلا۔

الغرض مندرجہ بالا تصریحات سے تنقیح دوم کا فیصلہ بھی بحق منکران نبوت مرزا اور بخلاف گروہ مرزائی ہے۔

تیسری تنقیح

ہمارے مضمون کا عنوان جیسا کہ ناظرین ملاحظہ فرما رہے ہیں صرف "ختم نبوت" ہے اور امور تنقیح طلب نمبر ا و ۲ کے فیصلہ سے یہ امر صاف ہو گیا کہ نبوت و رسالت حضور خاتم النبیین سید المرسلین نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مستجمع الصفات پر ختم ہے اور اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے درحقیقت اس بحث کا خاتمہ ہے لیکن چونکہ مرزائی لٹریچر میں مکالمہ و مخاطبہ الٰہی اور پیشگوئیوں کا ذکر بھی آتا ہے اور ہم وعدہ کر چکے ہیں۔ کہ اس بحث کو ہم تمام پہلوؤں سے مکمل کریں گے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ تمام بقیہ تنقیحات پر غور کر لیا جاوے۔

تیسری تنقیح یہ ہے کہ "کیا مرزا صاحب کو مکالمہ الٰہی کا شرف حاصل تھا"

یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جسکی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔ یا میں نے خواب میں ایسا دیکھا تو اگر اس کا اعتبار نہ کیا جاوے اور اُسے کہا جاوے کہ ثبوت پیش کر جس سے ثابت ہو کہ واقعی تم سے خدا باتیں کرتا ہے یا واقعی تم نے ایسا خواب دیکھا ہے تو مدعی اس میں کسیطرح کامیاب نہیں ہو سکتا۔

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اہل اسلام نے اس کو نہیں مانا اور مرزا صاحب کا اعتبار نہ کیا اس لئے وہ مجبور نہیں کئے جا سکتے کہ ضرور مانیں اور مرزا صاحب اس کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے تو منکرین کے خلاف جو امر کسی ثبوت یا شہادت سے واضح نہیں کیا جا سکتا۔ واجب التعمیل یا واجب النفاذ نہیں۔ اور نہ دنیا میں کوئی عقلمند ایسا فتوے دے سکتا ہے کہ ایسے مدعی کا بیان تسلیم کر لیا جاوے۔

مرزائیوں نے مرزا صاحب کا اعتبار کر کے دعویٰ کو صحیح سمجھا تو اگرچہ اُنہیں اقبالی ڈگری ہے کیونکہ کوئی دعویٰ بصورت اقبال عدم ثبوت پر خارج نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایسے اقبال کرنے والے کو یہ حق حاصل نہیں کہ منکرین سے انکاری وجوہ یا تردیدی دلائل کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ اصولی بات ہے کہ جس دعوی پر ثبوت اور شہادت نہیں اس کی تردید کی ضرورت نہیں سوال یہ ہے کہ مرزائیوں نے کن وجوہ پر مرزا صاحب کے دعویٰ کو صحیح سمجھا۔ اسکا جواب ہمیں مرزائی لٹریچر میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ملتا۔ کہ وہ مرزا صاحب کو صادق اور سچا سمجھتے ہیں! اور اس اصول کے مطابق کہ صادق کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ مکالمہ الٰہی کے دعوی کو سچا ماننے پر مجبور ہیں۔

اگرچہ مرزائیوں کا مرزا صاحب کو صادق سمجھکر اُن کے دعویٰ مکالمہ الٰہی کو مان لینا اس امر کی دلیل نہیں ہے۔ کہ وہ حق بجانب ہیں! ورنہ ایسا ماننا منکرین کے لئے دلیل و حجت کا کام دے سکتا ہے! اور کوئی مسئلہ منطقی یا فلسفی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔ کہ کسی کے دعویٰ بے دلیل کو مان لیں۔ اسلئے اقتضائے انصاف بھی ہے کہ مرزا صاحب کے دعوے کو غلط قرار دیا جاوے۔ اصولاً بلکہ مرزا صاحب کے اپنے بیان کے مطابق یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ایک صادق القول شخص کا ہر دعویٰ سچا ہو اور ایک کاذب کا ہر ایک بیان جھوٹا ہو۔

مرزا صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را ؛ عیسیٰ نتواں گشت بتوفیق خرے چند

مرزا صاحب کے اس دعوے پر کوئی ثبوت نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا۔ اسلئے لازمی امر ہے کہ بباعث عدم ثبوت اس تنقیح کا فیصلہ مرزائی جماعت کے خلاف ہے لیکن اس بحث کا یہ پہلو

Marfat.com

کہ ایک صادق جو کہے وہ ضرور سچ ہے اگرچہ غیر ضروری ہے تاہم قابل غور ہے۔ خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ:۔

"دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جنہوں نے ساری عمر جھوٹ نہ بولا ہو۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۷)

پس کسی صادق کے ہر ایک دعوئی کو بلا دلیل اور بلا ثبوت مان لینا عقلمندوں کا کام نہیں باایں ہمہ ہم مرزائی جماعت کو اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہیں اسلئے اس تنقیح کے ضمن میں ہم اس امر پر بھی غور کر لیتے ہیں کہ مرزا صاحب صادق بھی ہیں یا نہیں۔

اس قسم کی تحقیق میں ضروری نہیں ہے کہ کسی شخص کے بہت سے اکاذیب پیش کئے جاویں بلکہ اگر کسی شخص کا ایک جھوٹ بھی پایا جاوے تو اہلعلم کے نزدیک اس کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منطقی اصول ہے موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزیہ ہے نہ کہ سالبہ کلیہ۔ اور اس سے کسی اہلعلم اور عقلمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اسی قاعدہ کی رو سے اگر مرزا صاحب کا ایک جھوٹ بھی ثابت ہو جاوے تو لازم آئیگا کہ مرزا صاحب جو کچھ بھی لکھتے ہیں۔ وہ بالکل غلط ہے اور قابل تسلیم نہیں جب ہم اس غرض کے لئے مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بکثرت ایسے جھوٹ نظر آجاتے ہیں جو مرزا صاحب نے اپنے مطلب کو حاصل کرنے کیلئے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے بولے ہیں ملاحظہ ہو دار قطنی میں ایک قول ہے:۔

ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان وتنكسف الشمس في النصف منه۔	ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جو آسمان و زمین کی پیدائش سے ابتک نہیں ہوئیں چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگیگا۔ اور سورج کو نصف رمضان میں گرہن لگیگا۔

اس کے متعلق مرزا صاحب نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ دو جھوٹ تو ترجمہ بیان کرنے میں ہیں جو اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے لوگوں کو دھوکا دینا چاہا۔ چنانچہ انکا بیان کردہ ترجمہ یہ ہے:۔

"یعنی ہمارے مہدی کی تائید و تصدیق کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے کہ زمین آسمان پیدا کئے گئے۔ وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت ظہور میں نہیں آئے۔ اور وہ یہ ہیں کہ مہدی کے

ادعا کے وقت میں چاند اسی پہلی رات میں گرہن ہوگا جو اس کے خسوف کی تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرھویں رات۔ اور سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اُس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہوگا یعنی اٹھائیس تاریخ کو۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶)

پہلا جھوٹ جو اس ترجمہ میں بولا گیا ہے وہ الفاظ "کسی مدعی کے وقت" سے ظاہر ہے مرزا صاحب جانتے تھے کہ رمضان شریف میں تو چاند اور سورج گرہن اکثر ہُوا کرتے ہیں اور ہو چکے ہیں۔ اور حدیث کا منشاء اور مفہوم یہ ہے کہ مہدی کے نشان میں چاند اور سورج کو جو گرہن لگیگا ویسا کبھی ہُوا ہی نہیں تو اس کے واسطے یہ جھوٹ بولا کہ رمضان شریف میں کسی مدعی کے وقت گرہن نہ ہُوا ہو۔ حالانکہ کوئی لفظ عربی کا اس ترجمہ کے ماخذ کو ظاہر نہیں کرتا۔

جاہل اور اَن پڑھ مرزائی تو اس حقیقت سے آشنا ہی نہیں ہو سکتے۔ رہا تعلیم یافتہ گروہ، اس میں انگریزی اور اُردو خوان بھی اس جھوٹ پر مطلع نہیں ہو سکتے لیکن اگر کوئی آدمی مرزائیوں میں عربی جانتا ہے تو وہ ضرور بجائے خود شرمندہ ہوتا ہوگا۔ کہ مرزا صاحب نے صریح جھوٹ بولکر سخت دہوکا دیا ہے۔

دوسرا سفید جھوٹ مرزا صاحب نے دونوں گرہنوں کی تاریخوں کے متعلق بولا ہے عربی الفاظ کا ترجمہ تو اتنا ہی ہے جتنا ہم نے لکھدیا۔ باقی مرزا صاحب کی اختراع ہے۔

جب سے دنیا پیدا ہوئی۔ گرہن کا یہ قاعدہ ہے کہ چاند کو بدر کی حالت میں اور سورج کو قرانِ شمس وقمر کے ایام میں گرہن ہُوا کرتا ہے اور مہدی کے نشان میں جو گرہن ہونگے وہ اگر ایسے اوقات میں ہوئے تو وہ کوئی نئی بات نہیں مگر مہدی کے وقت میں جو گرہن رمضان شریف میں ہونگے وہ اپنی تاریخوں کے اعتبار سے ایسے ہونگے کہ آسمان زمین کی پیدائش سے لیکر اسوقت تک کبھی نہ ہوتے ہوں۔ اور اسکا پتہ بتا دیا گیا ہے کہ ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان۔ یعنی چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن ہوگا"۔ الفاظ صاف ہیں کسی تاویل کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ مگر مرزا صاحب اپنا مطلب نکالنے کیلئے اور مریدوں کو دہوکا دینے کے لئے کیا ترجمہ بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

چاند اُس پہلی رات کو گرہن ہوگا جو کسوف کی تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرہویں رات۔ دیکھئے کسقدر غلط بیانی اور کتنا سفید جھوٹ اور کسقدر دھوکا جو بڑی بددیانتی پر مبنی ہے کوئی اس بھلے آدمی سے پوچھے کہ "کسوف کی تین راتوں میں سے پہلی رات" کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ عبارت میں تو "من رمضان" ہے جسکا مطلب اور ترجمہ صاف ہے کہ رمضان کی پہلی رات! اگر ایسی غلط بیانی صادقوں کا کام ہے تو دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ملسکتا جسے جھوٹا کہیں۔

سورج گرہن کے متعلق الفاظ یہ ہیں وتنکسف الشمس فی النصف منه جسکا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ سورج گرہن نصف رمضان میں ہوگا۔ منه کی ضمیر رمضان کیطرف راجع ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا صاحب نے بڑی بیباکی اور دلیری سے اسکا ترجمہ بیان کرنے میں صریح جھوٹ بولا ہے۔ کہ سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اُس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہوگا یعنی اٹھائیس تاریخ۔ بھلے آدمی سے کوئی پوچھے کہ فی النصف منه کا ترجمہ اتنا لمبا کیسے ہوگیا صحیح ترجمہ تو صرف اتنا ہے کہ "نصف رمضان میں" یہ کہاں سے نکالا کہ سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیانی دن کو ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ قمری مہینہ کی پہلی تاریخ کو چاندگرہن اور قمری مہینے کے نصف یعنی ۱۵ تاریخ کو سورج گرہن ہو ہی نہیں سکتا۔ ان تاریخوں میں گرہن کا ہونا خلاف قانون قدرت اور محال عقلی ہے اس لئے مرزا صاحب نے اسکی تاویل کی۔ یہ عذر ٹھیک ضرب المثل عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اگر مرزا صاحب کو سچ بولنے کی عادت ہوتی اور وہ سچ بولنا چاہتے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ بلکہ ترجمہ لفظی صحیح بتا کر اور اس کو قانون قدرت کے خلاف بتا کر کہدیتے کہ تاویلاً اسکا مطلب یوں ہوسکتا ہے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جو کچھ لکھا ترجمہ کے نام سے لکھا اور صحیح ترجمہ بتا کر تاویل کے طور پر اپنا مطلب اس لئے نہیں نکالا۔ کہ مسلمانوں کو اُس صورت میں دھوکا نہیں لگ سکتا تھا۔ بلکہ غیر عربی دان اصلیت سے واقف ہو جاتے اور بجائے فائدہ کے مرزا صاحب کو اس سے نقصان پہونچتا۔

رہا یہ امر کہ ایسی تاریخوں میں جو حدیث مذکور کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہیں گرہنوں کا واقع ہونا محال یا قانونِ قدرت کے خلاف ہے سو واضح ہو کہ اگر قانونِ قدرت اور استقراء

Marfat.com

یا عادت اللہ اس کا نام ہے۔ کہ جیسے زمین آسمان پیدا ہوئے ہیں نظام عالم میں اسکا وجود یا نظیر نہ ہو۔ تو یہ حدیث کے الفاظ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ گرہن ایسے ہونگے کہ جیسے زمین اور آسمان پیدا ہوئے ایسا کبھی نہیں ہؤا۔ اور یہی صورت ہے کہ ایسے گرہنوں کو آیت یا نشان قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ دونوں گرہن بھی ایسے ہونگے۔ جیسے ہمیشہ ہؤا کرتے ہیں۔ تو کوئی نشان نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث کے الفاظ غلط ہو جاتے ہیں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ حدیث کا صحیح ترجمہ کیا ہے۔ جو مفہوم ظاہر ہے اسکا وقوع محال ہے یا ممکن۔ اس سے بحث نہیں۔ اگر ممکن ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور اگر محال ہے تو روایتہً غلط ہونے کے باعث حدیث موضوع ہوگی۔

اگرچہ اس تنقیح میں ضرورت نہ تھی۔ کہ ہم مرزا صاحب کے صدق اور کذب پر روشنی ڈالتے لیکن محض مرزائی جماعت کی خاطر سے اس پہلو پر لکھنے کی ضرورت پڑی پس جبکہ ہم نے مرزائیوں کی خاطر سے ایک غیر متعلق بحث کو حوالہ قلم کیا ہے۔ غیر مرزائیوں کی خاطر سے مرزا صاحب کا وجہ استدلال بھی ظاہر کر دیا جاوے۔ تاکہ یہ بحث نا تمام نہ رہ جاوے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس غرض سے نہیں تھا۔ کہ وہ خسوف کسوف قانون قدرت کے برخلاف ظہور میں آئیگا ورنہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اُس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہؤا ہوگا کہ اس نے مہدویت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں خسوف کسوف ہؤا ہو پس ان مولویوں کو چاہیئے تھا کہ اگر اس پیشگوئی کی صحت میں شک تھا۔ تو ایسی کوئی نظیر سابق زمانہ میں سے بحوالہ کسی کتاب کے پیش کرتے جس میں لکھا ہوتا کہ پہلے ایسا دعویٰ ہو چکا ہے۔ اور اس کے وقت میں ایسا خسوف کسوف بھی ہو چکا ہے مگر اس طرف تو انہوں نے رخ بھی نہیں کیا۔ اور یہ احمقانہ عذر پیش کر دیا ہے کہ اس پیشگوئی کے یہ معنے ہیں کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگیگا اور پندرہ تاریخ کو سورج کو گرہن ہوگا۔ لاحول ولاقوۃ۔ ان احمقوں[۱] نے یہ معنی کس لفظ سے سمجھ لئے

۱ ناظرین اس لفظ کو دیکھکر متعجب ہونگے کہ کیسا گندہ لٹریچر ہے۔ مگر یہ امر قابل تعجب نہیں۔ برتن میں سے

اے نادانو! آنکھوں کے اندھو! مولویت کو بدنام کرنیوالو! ذرہ سوچو! کہ حدیث میں چاند گرہن میں قمر کا لفظ آیا ہے پس اگر یہ مقصود ہوتا کہ پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا تو حدیث میں قمر کا لفظ نہ آتا۔ بلکہ ہلال کا لفظ آتا۔ کیونکہ کوئی شخص اہل لغت اور اہل زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا اطلاق نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تین رات ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ پس ایک ایماندار کے لئے یہ ایک بدیہی قرینہ ہے کہ اسجگہ پہلی رات سے مہینہ کی پہلی رات مراد نہیں بلکہ چاند گرہن کی پہلی رات مراد ہے۔ اگر مہینہ کی پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہیئے تھا نہ کہ قمر کا۔ گویا یوں عبارت چاہیئے تھی کہ ینکسف الھلال لاوّل لیلۃ سواب سوچنا چاہیئے کہ یہ لوگ اس علمیت کیساتھ مولوی کہلاتے ہیں ابتک یہ بھی خبر نہیں کہ پہلی رات کے چاند کو عربی زبان میں کیا کہتے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۶-۴۷)

اللہ اللہ کسقدر بیباکی اور دلیری ہے۔ دنیا بھر کے تمام لوگوں کے اعلےٰ سے اعلےٰ اکاذیب اگر جمع کئے جاویں تو اس شان کا ایک جھوٹ بھی نہیں مل سکتا۔ چالاکی اور عیاری کی انتہا ہی نہیں۔ بولتے ہیں بالکل جھوٹ مگر اسپر ایسا لباس پہناتے ہیں اور اس شان سے بیان کرتے ہیں کہ انجان اور بے سمجھ لوگ بڑی ایمانداری کی راستی سمجھیں۔ اس سے بڑھکر دنیا میں کوئی طریقہ جھوٹ کو سچ کر دکھانیکا نہیں ہوگا۔ یہ مرزا صاحب ہی کا حق ہے اور واقعی اس فن میں مجدد مان لئے جاویں تو ہمیں بھی اعتراض نہیں۔

مندرجہ بالا خزینۃ الکذب میں اُنہوں نے کتنی باتیں لکھیں۔ سُنئے اسکا خلاصہ:-

(۱) حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ پایا جاوے کہ یہ کسوف خسوف قانون قدرت کے خلاف ہونگے۔

(۲) چاند گرہن کے متعلق یہ کہنا کہ رمضان کی پہلی رات کو ہوگا۔ مولویوں کا ایک احمقانہ عذر ہے۔ حدیث کے کسی لفظ سے یہ نہیں پایا جاتا۔

حاشیہ: وہی چیز نکلتی ہے جو اس میں بھری ہو۔ مرزا صاحب صرف اسی کتاب انجام آتھم کی تمام بازاری اور گندہ بدزبانیوں کو جمع کیا جاوے تو دنیا بھر کی بازاری گالیاں اُنکا مقابلہ نہ کرسکینگی اور یہی مرزا صاحب کی شان رسالت نبوۃ کہ ایسی رسالت کیلئے ایسی ہی شرافت کی ضرورت ہے۔ منہ

(۳) لفظ قمر کا اطلاق پہلی رات کے چاند پر نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہلال کہتے ہیں۔
(۴) اگر حدیث سے یہ مراد ہوتی کہ پہلی رات کو گرہن ہوگا تو لفظ قمر نہ ہوتا بلکہ ہلال ہوتا۔
(۵) مولوی لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ عربی زبان میں پہلی تاریخ کے چاند کو کیا کہتے ہیں؟

ہم مرزا صاحب کے دروغ بے فروغ کی اصلیت دو طرح پر ظاہر کرتے ہیں۔

پہلا طریقہ یہ کہ ہم مرزا صاحب ہی کے الفاظ کو استعمال کر کے جواب دیتے ہیں سنو!
حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے پایا جاوے کہ چاند گرہن تیرہویں تاریخ کو ہوگا۔ بلکہ صاف ہے کہ یہ گرہن خلاف قانون قدرت رمضان کی پہلی رات کو ہوگا۔ لم تکونا منذ خلق السموات والارض سے بھی عیاں ہے چنانچہ لاول لیلۃ من رمضان صاف ہے۔ جس کے معنے سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ رمضان کی پہلی رات لفظ رمضان میں اور کوئی تاویل کرنے کی گنجائش ہی نہیں رکھتا اور یہ کہنا کہ "چاند گرہن تیرھویں تاریخ کو ہوگا" ایک احمقانہ عذر ہے۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس سے ایسا پایا جاتا ہو۔ تیرہویں تاریخ کے چاند کو عربی میں بدر کہتے ہیں اگر تیرھویں تاریخ کا چاند گرہن مراد ہوتا۔ تو عبارت یوں ہوتی۔ ینکسف البدر لاول لیلۃ من لیالی الکسوف یعنی بدر کو گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی رات کو گرہن ہوگا جبکہ ایسا نہیں ہے تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ الفاظ حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات کو گرہن ہوگا۔ تعجب ہے کہ مہدویت اور رسالت و نبوت کا دعویٰ کرنیوالا اور خدا سے ہمکلام ہونے کا مدعی اتنا بھی نہیں جانتا کہ عربی زبان میں تیرہویں تاریخ کے چاند کو کیا کہتے ہیں۔

لیجئے صاحب! پانچوں باتوں کا جواب آگیا۔ اس پر بھی ہم مرزا صاحب کے لب ولہجہ میں باوجودیکہ استدلال صحیح ہے جواب دینا انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ تو صرف الزام اور معارضہ کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اور دوسرے طریقہ پر جواب دیتے ہیں۔ لفظ قمر کسی خاص تاریخ اور وقت کے اعتبار سے چاند کو نہیں کہتے بلکہ علی الاطلاق اس کرہ کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی حاصل کر کے رات کو روشنی دیتا ہے۔ اور جب سورج کی روشنی اس پر نہ ہو تو تاریک ہوتا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ چاند کو بلا قید تاریخ و وقت کی عربی

ہیں قمر کہتے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے پڑھو:۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ پ ۲۳

(ترجمہ) اور چاند مقرر کیں ہم نے اس کی منزلیں یہانتک کہ پھر آ رہا مانند پرانی ٹہنی کے۔"

دیکھئے یہاں قمر کرّہ کا نام ہے نہ کسی خاص حالت کا۔ اور پڑھو

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۔	کیا نہیں دیکھا تو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ سجدہ کرتا ہے اُس کیواسطے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے لوگوں میں سے اور بہت

ہیں کہ ٹھیرایا گیا اُن پر عذاب۔"

دیکھئے اس آیت میں سجدہ کرنیوالا قمر لکھا ہے۔ اگر مرزا صاحب کا استدلال صحیح ہو کہ قمر پہلی تین راتوں کے چاند کو نہیں کہتے۔ تو لازم آتا ہے کہ جو حالت سجدہ قمر کی اس آیت میں بتائی گئی ہے اس حالت کو چاند پہلی تین راتوں میں قبول نہیں کرتا۔ اور یہ صریح کفر و جہالت ہے۔ اور پڑھو:۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ	اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن اور سورج اور چاند۔"

دیکھو اس آیت میں بھی قمر کرّہ کے ظاہر کرتا ہے اور اس سے حالتِ ہلال مستثنےٰ نہیں۔ اگر قمر کے وہی معنے صحیح ہوں جو مرزا صاحب بتاتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ پہلی تین راتوں کا چاند خدا کی آیات میں ہونے کے قابل نہیں۔ العیاذ باللہ۔

قرآن شریف میں بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قمر مطلقاً چاند کو کہتے ہیں خواہ وہ ہلال ہونے کی حالت میں ہو اور خواہ بدر ہو۔ مگر ایک مسلمان اور طالبِ حق کے لئے اوپر کی مثالیں کافی سے زیادہ ہیں۔

یُوں سمجھو کہ قمر چاند کا اسمِ ذاتی ہے اور ہلال بدر کا اسمِ صفاتی۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ناظرین اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ مرزا صاحب کے بیان کردہ پانچوں امور غلط اور جھوٹ ہیں۔

Marfat.com

تیسرا جھوٹ جو مرزا صاحب نے اس کسوف و خسوف کے متعلق بولا ہے وہ یہ ہے کہ محمد باقرؒ کے قول کو وہ لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بتاتے ہیں۔ چنانچہ بڑی بیباکی سے لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶)

اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ:۔

"تم نے حقیقت کو چھپانے کے لئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کو باطل ٹھیرانے کی نیت سے گرہن کی تاریخوں کو بدل ڈالا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۹)

یہ جھوٹ اِس غرض سے بولا گیا ہے کہ لوگوں کو یہ دھوکا دیا جاوے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے پیشینگوئی کی ہے اور مولوی لوگ عداوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کو جو اس پیشگوئی سے ظاہر ہوتا ہے باطل ٹھیرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ روایت زیر بحث میں کیا لکھا ہے؟ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ایسے الفاظ نہیں تو یہ کہاں سے پیدا کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مرزا صاحب نے اس کی پرواہ نہ کی کہ کتاب کے دیکھنے والے آخر سب مرزائی تو نہیں کہ آنکھیں بند کر کے ہر ایک جھوٹ اور کذب کو مان لیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مخالفین کی وہ اس لئے پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کہ اول تو اپنی جماعت کے حمقاء مخالفین کی تحریروں کو دیکھتے ہی نہیں اور دیکھ بھی لیں گے تو جماعت کے آدمیوں کو حق تو پسند ہی نہیں۔ وہ قبول ہی نہ کریں گے۔ تو مخالفین کہتے رہیں۔ یہ نمونہ اُن اکاذیب کا پیش کیا ہے۔ جو مرزا صاحب نے علمی پیرایہ میں روا رکھے ہیں۔ اور ایسے اکاذیب اُن کی تصانیف میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لیکن غیر علمی معاملات میں بھی انہوں نے کوئی کمی اور کسر باقی نہیں رکھی۔ مثلاً کتاب براہین احمدیہ کا بقایا اور کتاب سراج منیر کی اشاعت کا ارادہ ظاہر کر کے لوگوں سے روپیہ وصول کیا مگر دونوں کتابوں

کی اشاعت کا ارادہ ظاہر کر کے لوگوں سے روپیہ وصول کیا۔ مگر دونوں کتابوں

کی اشاعت عمر بھر میں وعدہ کے الفاظ کے مطابق نہ کر سکے۔ اگر ایسے وعدے کے بعد وہ کسی عارضہ کے لاحق ہو لنے کے باعث لکھنے سے عاری ہو جاتے تو ایک بات تھی مگر وہ عاری بھی نہ ہوئے اور برابر اشتہارات اور کتابیں لکھتے اور چھپوا کر فروخت کرتے رہے مگر جن لوگوں کا روپیہ جھوٹا وعدہ کرکے ہضم کر گئے تھے۔ ان کو کوئی معاوضہ بصورت نقدی یا بصورت کسی کتاب کے واپس نہیں دیا۔

مرزائی لٹریچر میں اس کذب بیانی اور وعدہ خلافی کا اقرار صریح لفظوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر اس الزام سے بری ہونے کے لئے اعذار بارده پیش کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ (۱) جماعت کے افراد سے روپیہ لیا۔ جب جماعت کو اعتراض نہیں تو مخالفین کو کیا حق ہے کہ اعتراض کریں۔

(۲) مخالفین کے اعتراض پر مرزا صاحب نے اپنی جماعت سے درخواست کی تھی کہ میں ایفائے وعدہ نہ کر سکا۔ اس لئے مجھے وہ روپیہ جو ان کتابوں کے وعدہ پر دیا گیا بخشد یا جاوے۔ چنانچہ جن لوگوں نے روپیہ دیا تھا انہوں نے معاف کر دیا۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ روپیہ دینے والا اگر مطالبہ نہ کرے تو کسی ایسے شخص کو جس نے کچھ نہیں دیا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مخالفین کب مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمکو روپیہ دو۔ مخالفین تو ایک شخص کے صدق و کذب کی تنقید کے لئے ایک امر واقعہ بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ اور یہ ضروری ہے اس کی صحیح مثال یہ ہے کہ:۔

فرض کرو کہ ایک شخص ایسا ناو ہندہ ہے کہ لوگوں سے فریب دیکر روپیہ وصول کرتا ہے اور پھر ادا نہیں کرتا۔ تو یہ صحیح ہے کہ روپیہ کے مطالبہ کا حق صرف اُنہیں اشخاص کو ہے جن سے اُس نے دھوکا اور فریب دیکر یا کوئی جھوٹا وعدہ کرکے وصول کیا ہے لیکن ایک ایسا شخص جو اس حقیقت سے آشنا ہے دوسرے لوگوں کو اس کے فریب اور کذب سے بچانے کے لئے اس کی عادت کا اظہار کرے تو یہ ضروری ہے اور اس کا نام کوئی عقلمند مطالبہ نہیں رکھ سکتا۔

یہ ٹھیک ہے کہ مرزا صاحب نے معاف کرانے کی کوشش میں اپنی جماعت سے

معافی کی درخواست کی اور غالباً جماعت نے معاف بھی کر دیا ہوگا - لیکن اوّل تو اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ جتنے لوگوں سے جھوٹ بولکر اور دھوکہ دیکر روپیہ وصول کیا گیا تھا وہ وقت استدعائے معافی سب کے سب زندہ تھے - اگر انمیں سے ایک یا دو تین بھی فوت ہو چکے تھے تو بتاؤ کہ انکے حقوق کس طرح معاف ہوئے - دوسری بات یہ کہ فرض کرو تمام حقداروں نے معاف کر دیا اور مرزا صاحب پر اب مطالبہ باقی نہ رہا - تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ مرزا صاحب نے جھوٹا وعدہ کرکے روپیہ بھی نہ لیا تھا - فرض کرو کہ ایک شخص نے کسی کی جیب میں سے کچھ نکال لیا یا چوری کی اور اُس کے بعد کسی وقت اُس نے معاف بھی کرا لیا - تو مطالبہ تو قائم نہ رہا - لیکن اس سے یہ بھی تو لازم نہ آیا کہ اُس نے وہ فعل ہی نہیں کیا تھا - بہر حال لوگوں نے معاف کر دیا - بہت اچھا ہوا - مرزا صاحب مطالبہ آخرت سے بچ گئے - مگر امر واقعہ کس طرح زائل ہوا -

کثرت سے مرزا صاحب کی کذب بیانیاں پیش کی جا سکتی ہیں مگر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں - ایک کذب بیانی بھی کافی ہے - کیونکہ علمی اور منطقی اصول کی بنا پر کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے - ایک مدعی صداقت کا ایک جھوٹ اُس کے دعو کا نقیض ہے اس لئے ہر ایک محقق اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ مرزا صاحب صادق نہ تھے - مرزا صاحب نے اپنی صداقت کی تائید میں بارہا یہ امر پیش کیا ہے کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی تھی کہ ہم دونوں میں سے (یعنی مرزا صاحب و مولوی صاحب) جو صادق ہے وہ زندہ رہے - اور کاذب مر جاوے - مگر مخالفین نے اس دعا کا ثبوت نہ صرف ایکدفعہ بلکہ صدہا مرتبہ طلب کیا اور پوچھا بتاؤ مولانا مرحوم نے کہاں لکھا یا کب اور کس مقام پر دعا مانگی - مگر مرزا صاحب کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے - اور نہ ہی اپنی غلطی کو مانا بلکہ باوجود اس مطالبہ کے وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے جو صراحتاً غلط اور کذب تھا - اگر اس میں ذرا بھی صداقت ہو - تو وہ ثابت کرتے - بیشمار واقعات ہیں جن سے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے مگر محولہ بالا ضرورت سے زیادہ اور کافی ہے - اس لئے بہر حال ہر ایک منصف مزاج آدمی اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ تیسری تنقیح کا فیصلہ بحق مخالفین مرزا صاحب اور خلاف مرزائی گروہ کے ہے ؞

تیسری تنقیح کے فیصلے میں ایک اور طریق سے بھی بحث ہو سکتی ہے وہ یہ طریق ہی

Marfat.com

کہ الہامات جو مرزا صاحب نے شائع کئے ہیں۔ ان پر ایک غائر نظر ڈالی جائے۔

قرآن شریف نے ایک اصول بتایا ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا یعنی اگر یہ قرآن شریف خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور کسی اور کی طرف سے ہوتا تو بہت سا اختلاف پایا جاتا" یہ ایک معیار ہے کلام الٰہی یا الہام خداوندی کے پرکھنے کا۔ اگر کوئی کتاب یا مجموعہ الہامات جن کی نسبت دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یا خدا کی طرف سے ہے تو اگر اس میں اختلاف ہے تو یقیناً وہ خدا کی طرف سے نہیں"

اسی اصول کو مدنظر رکھکر اگر ہم مرزا صاحب کے الہامات پر غور کریں تو اگر الہامات میں اختلاف ہے تو لامحالہ ہمیں اس نتیجہ پر پہونچنا پڑیگا کہ ایسے الہامات من جانب اللہ نہیں۔

قبل اس کے کہ ہم کسی الہام کا ذکر کریں ایک ضروری تمہید ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ الہام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اخبار۔ دوسرا احکام۔ اخبار بہر حال اگر بذریعہ الہام کے سُنائے گئے ہیں تو جتنی دفعہ بھی الہام ہوگا۔ اس واقعہ میں جس کی خبر دیگئی ہے اختلاف نہ ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک مقام پر اجمال ہے اور دوسرے مقام پر تفصیل۔ البتہ احکام میں اختلاف ہوسکتا ہے یعنی ایک وقت کوئی خاص حکم مناسب سمجھا گیا۔ دوسرے وقت اُسے غیر ضروری سمجھکر اُسے منسوخ کر دیا گیا۔ تو پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔ اب ناظرین یہ یاد رکھیں کہ حکم منسوخ ہو سکتا ہے کسی واقعہ کی خبر منسوخ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ واقعہ زمانہ ماضی میں ہوگیا۔ جس نہج پر اُس کا وقوع ہوا وہی بیان ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص کا ایک قصہ ایک دفعہ تو یہ بیان ہو کہ وہ آسمان پر ہے مثلاً اور دوسرے وقت اسی کے قصہ میں بیان کیا جاوے کہ وہ آسمان پر گیا ہی نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ خبر اوّل صحیح ہے یا خبر ثانی۔ لیکن ان میں تعارض ہوگا اور جب ایک ہی واقعہ کی دو خبروں میں تعارض ہوجاوے تو دونوں ناقابل اعتبار ہوتی ہیں اور اگر یہ دو متعارض خبریں الہام کی بنا پر ہیں اور کہنے والا اپنے آپ کو ملہم اور مامور من اللہ ظاہر کرتا ہے۔ تو ایسا تعارض اُس کے دعویٰ کی تکذیب کے لئے ایک زبردست رد ہے۔

کتاب براہین احمدیہ جو مرزا صاحب کی پہلی تصنیف ہے اس کے متعلق مرزا صاحب نے کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام کے شروع میں ایک اشتہار لکھا جو ایک طرف تو اردو ہے اور اسی کی پشت پر اسکا انگریزی ترجمہ ہے۔ اس اشتہار کو ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے :-

"کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالی کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے"

انگریزی میں اس فقرہ کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا گیا ہے کہ :-

Being inspired and commanded by God I have undertaken the compilation of a book named "Burahin-i-Ahmdia"

اصل اردو اور ترجمہ انگریزی دونوں سے یہ صاف طور پر ثابت ہے کہ مرزا صاحب دعوے کرتے ہیں کہ کتاب براہین احمدیہ الہام سے لکھی گئی ہے تو لازمی طور پر اسکا یہ نتیجہ ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ خدا کا الہام ہے۔

مرزا صاحب نے اگرچہ کتاب براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ سے لیکر اشتہار معنونہ "ایک غلطی کا ازالہ" ۱۹۰۱ء تک کھلم کھلا نبوت کا دعوی نہیں کیا تھا۔ بلکہ جب علماء اسلام نے اُن کی تحریرات سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ یہ شخص ضرور نبوۃ کا دعوی کریگا۔ مرزا صاحب اور اُن کے حواریوں نے علماء اسلام پر افترا اور بہتان کا الزام دیا۔ اسپر بھی جبکہ کھلم کھلا نبوت کا دعوے کیا تو دلائل نبوت میں براہین احمدیہ سے استدلال کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی پہلی تصنیف براہین کو نہ تو غلط قرار دیا نہ منسوخ۔

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں بذیل آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله اس امر کا اقرار کیا ہے کہ حضرت عیسے علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ ہیں اور جب دوبارہ دنیا میں تشریف لاویں گے تو دین اسلام تمام ادیان پر غالب آئیگا۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"سو حضرت مسیح انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے"
(ص ۳۶۱)

"اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا" (ص ۴۹۸ و ص ۴۹۹)

جس الہامی کتاب میں حضرت مسیح کا زندہ آسمان پر ہونا اور پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لانا بیان کیا گیا ہے وہ مرزا صاحب کے بیان وخیال کے مطابق کوئی ردی یا غلط کتاب نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ وہ اسی کتاب کے الہامات کو اپنی نبوت کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ علاوہ براں انکو اس کتاب کی صحیت پر اتنا فخر اور ناز ہے کہ اس کے اشتہار میں وہ بڑے زور سے کہتے ہیں کہ جو دلائل اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک دلیل کو غلط ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ تو مرزا صاحب کے خیال کے مطابق یہ کتاب اصح الصحاح ہے۔

مگر اس الہامی بنیاد کو انہوں نے ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت خود ہی غلط ثابت کر دیا اور اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور کہا کہ مسیح تو فوت ہو چکے ہیں اب وہ دوبارہ کہاں سے آئیں گے۔ اور یہ کہ جس مسیح کے آنیکا مسلمانوں کو انتظار ہے وہ میں ہوں

حضرت مسیح کی قبر کے متعلق بھی مرزا صاحب کو باوجود ملہم ہونے کے کوئی معتمد علیہ الہام نہیں ہوا۔ کہیں تو یہ کہا کہ وہ فوت ہو کر گلیل میں دفن ہوئے۔ رسالہ اتمام الحجہ میں بڑے زور سے بیان کیا کہ مسیح قدس (یروشلم) میں دفن ہوئے وہاں ان کی قبر موجود ہے۔ اس پر ایک شہادتی خط بھی پیش کر دیا۔ آخر اس میں بھی کوئی نقص دیکھا۔ تو آخر میں مسیح کو کشمیر کی سیر کرائی اور وہیں انکی قبر بھی بنا دی۔

اس موقع پر یہ امر خارج از بحث ہے کہ مرزا صاحب کے ان متضاد بیانوں میں کوئی صحیح بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح ہے تو کونسا۔ اسکا تعلق بحث حیات وممات

مسیح علیہ السلام سے ہے مگر یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ جس مسئلہ کا مرزا صاحب کے دعوے سے ایک زبردست تعلق ہے اُسی کے متعلق مرزا صاحب کے الہامات میں اس قدر ضد اور تنقیض ہو۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی ہی الہامی کتاب کا رد کر دیں۔ کہا جاتا ہے کہ براہین احمدیہ میں الہام تو صرف آیت ہے اور اسکا مطلب مرزا صاحب نے الہام سے نہیں لکھا بلکہ عام مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق لکھا۔ جب مرزا صاحب کو معلوم ہو گیا کہ مسیح تو زندہ نہیں ہیں اور تو ہی وہ مسیح ہے جسکا انتظار رہے۔ تو مرزا نے ویسا ہی لکھدیا۔ مگر یہ بھی بوجوہ غلط ہے۔ اوّل یہ کہ آیت قرآن سے نقل کے طور پر نہیں بلکہ مرزا صاحب اسکو اپنا الہام قرار دیتے ہیں اور اب اسی الہام کو دلیل دعوے نبوت پیش کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ مرزا صاحب خود براہین کی نسبت لکھتے ہیں کہ :۔

"ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی۔ اسوقت اس کی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا۔ کہ ایک دفعہ پردۂ غیب سے انی انا ربک کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اسی کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اسکو پہنچانیکا ارادہ ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔"

(براہین حصہ چہارم کا آخری ٹائٹل صفحہ بعنوان "ہم اور ہماری کتاب) +

مرزا صاحب نے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ اس کتاب کا متولی ظاہر اور باطن میں خدا ہے اور یہ بھی لکھدیا کہ جلد چہارم تک حقیقت اسلام کے انوار خدا نے ظاہر کئے۔ چونکہ براہین احمدیہ کی عبارت مندرجہ صفحہ ۴۹۸ آیت قرآنی اور حقیقت غلبہ اسلام کے متعلق ہے اس لئے کسی مرزائی کی یہ مجال نہیں کہ مرزا صاحب کے قول کے ہوتے ہوئے یہ کہدے کہ مرزا صاحب نے اپنی خواہش و مرضی سے اس میں کچھ لکھدیا۔

بعض مرزائی کہدیا کرتے ہیں کہ قبر کی تحقیق اور اسکا اختلاف بربنا الہام نہیں بلکہ

Marfat.com

تحقیق پر مبنی ہے ایک وقت میں ایک امر متحقق ہوا اور دوسرے وقت میں وہ تحقق غلط ثابت ہو کر واقعہ دوسری صورت میں پایا گیا - تو پہلی تحقیق کے نتیجہ کو غلط قرار دینا بڑی دیانتداری ہے - مگر یہ کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنی الہامی کتاب براہین میں جب الہام سے ایک واقعہ ایک صورت میں بیان کر چکے ہیں تو اگر مرزا صاحب اس امر میں سچے ہوں کہ خدا نے اُنہیں مکالمہ کا شرف عطا کئے ہوئے ہے - کسی جدید تحقیقات سے الہام کو غلط قرار دینے کے مجاز نہیں بلکہ اُنکا فرض یہ ہونا چاہیئے تھا کہ الہام کے مخالف استدلال کو دلائل سے غلط ثابت کر کے الہام پر حجت قائم کریں - دوسرا اگر وہ ملہم ہیں اور خدا اُن سے ہمکلام ہوتا تھا - تو شرم کی بات ہے کہ جس مسئلہ پر مرزا صاحب کی مسیحیت کا دار و مدار ہے اُس کے بیان کرنے میں وہ اتنی ٹھوکریں کھائیں اور خدا جو اُن سے کلام کرتا اور اُنکو الہام کرتا ہے - مرزا صاحب کو صحیح رستہ پر نہ چلائے - مرزا صاحب کو اگر اس میں شرم نہ تھی تو نہ سہی - کم از کم خدا کو تو اتنی شرم ہونی چاہیئے کہ اُسکا ملہم کیوں اس قدر بھٹک رہا ہے اور وہ اسے صحیح بات کیوں نہیں بتاتا -

مرزا صاحب خود اس بات کو معیوب قرار دے چکے ہیں - چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

"اور خدا کا کلام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ امراللہ ہے - جو ایک وہبی اور لدنی امر ہے - خدا کی کلام کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جیسے خدا اپنی ذات میں سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر ایک نقصان اور نالائق حالت سے منزہ ہے ایسا ہی اُسکا کلام بھی ہر ایک سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر طرح کے نقصان اور نالائق حالت سے منزہ اور پاک چاہیئے - کیونکہ جو کلام پاک اور کامل چشمہ سے نکلا ہے اُسپر ہرگز یہ بات جائز نہیں کہ کسی نوع کی اس میں ناپاکی یا نقصان پایا جاوے اور ضرور ہے کہ وہ کلام اُن تمام کمالات سے متصف ہو کہ جو خدائے قادر و کامل و قدوس و عالم الغیب کے کلام میں ہونی چاہیئے" (براہین احمدیہ صفحہ ۳۲۲)

شیخ غلام احمد نامی ایک مرزائی نے بمقام کلکتہ مجھ سے بدوران مباحثہ یہ بیان کیا تھا کہ کیا قرآن شریف میں ناسخ و منسوخ آیتیں نہیں ہیں - اسی طرح براہین احمدیہ کا یہ بیان کہ مسیح آسمان پر زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے منسوخ ہے -

ممکن ہے کہ اب بھی کوئی بے علم مرزائی یہی بات پیش کرے مگر افسوس کہ ایسا کہنے والا

Marfat.com

نہیں جانتا۔ کہ احکام تو منسوخ ہو سکتے ہیں مگر قصص اور اخبار میں نسخ کا قائل ہونا کسی اہل علم اور عقلمند کے نزدیک مسلم نہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مرزا صاحب کو شرف مکالمہ الہام ہرگز حاصل نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے وقت وہ جو کچھ مناسب سمجھیں یا جو انہیں مفید معلوم ہو۔ وہ الہام کے نام سے شائع کر دیتے ہیں۔

الہامات کی تنقید میں زیادہ تر تعلق الہامی پیشین گوئیوں کو ہے۔ چونکہ پیشین گوئیوں کے متعلق علیحدہ تنقیح موجود ہے اس لئے ہم وہاں بالتفصیل اس کے متعلق تحقیق کرینگے۔ یہاں صرف اسی قدر کافی ہے اور تنقیح زیر بحث کے متعلق مرزا صاحب کے خلاف نتیجہ اخذ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہے۔

باسی کڑھی میں اُبال یا تنقیح سوم کے ایک فقرہ پر نگرانی

یہ سلسلہ مضمون جنوری ۱۹۱۹ء سے الفقیہ میں شروع ہوا تھا اور تا حال جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہیگا۔ اس کے مقابلہ میں جماعت مرزائیہ کے مشہور اور مستند اہل علم خاموش ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ لوگ اس انتظار میں ہونگے کہ مضمون تمام ہو جاوے تو اگر کچھ بن سکا تو جواب کی صورت میں بنا لیں گے۔ مگر ۲۰/اگست ۱۹۱۹ء کے اخبار الفضل کو دیکھکر ہمیں اپنے خیال سے رجوع کرنا پڑا۔ اس پرچہ میں کسی محفوظ الحق[1] صاحب علمی نے ایک صفحہ سے زیادہ کاغذ سیاہ یا خراب کیا ہے۔ جو کچھ راقم مضمون نے لکھا ہے وہ اگرچہ مرزائی جماعت کے نزدیک نظر استحسان سے دیکھنے کے قابل ہو۔ لیکن جسکو خدا نے عقل و فہم

---

[1] محفوظ الحق علمی بدایوں کے رہنے والے ہیں۔ حنفی گھر میں پیدا ہوئے۔ اس لئے حنفی تھے۔ پھر وہابی بنے۔ وہابیت کے زمانہ میں مرزائیت کے اشد ترین مخالفوں میں سے تھے۔ آخر مرزائی ہو گئے اور قادیان میں ڈیرہ جمایا۔ نہ صرف تنخواہ لیتے رہے۔ بلکہ انکا نکاح بھی ہو گیا۔ مدت تک بڑے غالی مرزائی رہے۔ مگر سنہ رواں میں وہ اور دیگر چند مرزائی مرزا صاحب سے منحرف ہو کر بابی یا بہائی ہو گئے۔ اور اب مرزائیت کے استیصال میں سرگرم کار ہیں۔ آگرہ میں دفتر تبلیغ بہائیت قائم ہو چکا ہے۔ اور اخبار کوکب ہند جاری کیا گیا ہے۔

عطا فرمائی ہے اور جس کے دماغ میں بات سمجھنے کی قابلیت فطرتاً موجود ہے وہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہونگے کہ مرزائی مضمون نگار نے اگرچہ جوش غیظ و غضب میں ہاتھ پاؤں مارنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یا تو وہ اصل مضمون کو سرے سے سمجھے ہی نہیں یا جوش غضب نے اُن کے دماغ کی قوت استدلالیہ کو تھوڑے وقت کے لئے معطل کر دیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ کوئی کامیابی حاصل کرتے۔ انہوں نے دو طرح سے جماعت مرزائیہ کو ذلیل کیا۔

ایک تو یہ کہ جس فقرہ پر انہوں نے اعتراض کیا ہے۔ وہ تیسری تنقیح کی تمہید کا فقرہ ہے۔ اور اس سے پہلے دو تنقیحوں کے متعلق بہت سی بحثیں ہو چکی چنانچہ علمی صاحب نے خود اس کی رسید دی۔ لکھتے ہیں:۔

"اخبار الفقیہ امرتسر میں ایک سلسلہ مضمون مرزائے قادیانی اور ختم نبوت کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ جس میں انگر صاحب امرتسری کچھ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں"

مگر کس قدر شرم کی بات ہے کہ اس سلسلہ مضمون کی اشاعت کو تسلیم کرتے ہوئے مضمون شائع شدہ کا جواب نہ ہو سکا۔ علمی صاحب نے اپنی جماعت پر اس امر کی اقبالی ڈگری کرائی کہ مضمون کا وہ سلسلہ جسکا ذکر علمی صاحب کر رہے ہیں۔ وہ واقعی لاجواب ہے۔ اگر اس کے جواب میں مرزائیوں سے کچھ بن پڑتا تو جس طرح ایک فقرہ پر علمی صاحب بھڑک اُٹھے ہیں سارے مضمون پر خاموش نہ رہتے۔ ان کی اور ان کی جماعت کی خاموشی اور خاموشی کے بعد صرف ایک فقرہ پر بھڑک اٹھنا۔ بزبان حال پکار کر شہادت دے رہا ہے کہ مرزائی جماعت جواب سے قاصر ہے۔

دوسرا یہ کہ علمی صاحب کے مضمون سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ گیا کہ مرزائی جماعت کا یہ دعوٰی کہ ان میں اہل علم موجود ہیں ایسا غلط دعوٰی ہے جیسے مرزا صاحب کے فضول دعاوی۔ اگر ان میں کوئی اہل علم ہوتا۔ تو یہ مضمون ہرگز شائع نہ ہوتا۔ جس سے اُن کی مزید کم علمی ظاہر ہوئی ہو۔ اگرچہ برائے نام علمی اسکا محرر ہو۔

اگرچہ یہ مضمون اس قابل نہ تھا۔ کہ اسکو زیر بحث لایا جاتا معمولی سمجھ کا انسان بھی اسکی لغویت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن مرزائی جماعت کی عادت ہے کہ لغو باتوں کے جواب میں

Marfat.com

بھی اصرار کرتے ہیں اس لئے ہم انکی خاطر سے بقول انکے غور کر لیتے ہیں۔
کہتے ہیں کہ:-

"مولائی کے الفقیہ میں آپ اوّل تو یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ "کیا مرزا صاحب کو مکالمہ الٰہی کا شرف حاصل تھا" اور پھر نہائیت گرما گرمی سے اُس کی تردید کے لئے اپنے خیال میں زبردست اصولی بات پر یہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جسکی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص دعوے کرتا ہے کہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے یا میں نے خواب میں ایسا دیکھا تو اگر اُسکا اعتبار نہ کیا جاوے اور اُسے کہا جائے کہ ثبوت پیش کرو جس سے ثابت ہو کہ واقعی تم سے خدا باتیں کرتا ہے یا واقعی تم نے ایسا خواب دیکھا ہے تو مدعی اس میں کسی طرح سے کامیاب نہیں ہوسکتا ہم اس کے متعلق مختصر طور پر عرض کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ انگھر صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے"

بہت اچھا صاحب! ہم نہ صرف غور کرینگے۔ بلکہ آپ کی اور آپکی جماعت کی تسلی کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد علمی صاحب لکھتے ہیں:-

پہلی بات یہ کہ اگر ایسے دعوے کی تردید یا تائید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی تو اس دعوے کو کس مد میں شامل کیا جاوے عجیب بات ہے کہ آج تک تمام منطق اور فلسفہ بلکہ روزمرہ کی مسلمات کے لحاظ سے بھی دنیا بھر میں ہر ایک دعویٰ کے متعلق کسی شہادت سے تردید یا تائید کے پہلوؤں میں سے ضرور ایک پہلو اختیار کیا جاتا ہے۔ مگر انگھر دعوے مکالمہ الٰہیہ کے متعلق بالکل نیا اور انوکھا خیال ظاہر فرما رہے ہیں کہ "یہ ایک ایسا دعوے ہے جسکی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی" ہمیں تعجب ہے کہ انگھر کیونکر ایسی بات فرما رہے ہیں کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہر دعوے کسی دلیل سے قابل تردید یا لائق قبول ہوتا ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ ہر شخص جانتا اور مانتا ہے"

واقعی ہمارے علمی دوست کو تعجب ہوگا۔ اور ہونا ہی چاہئے۔ کیونکہ وہ یوں تو منطق اور فلسفہ کا نام لے رہے ہیں۔ مگر اُن کی تحریر کہتی ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ انگھر نے کیا کہا

اگر وہ واقعی اسم با مسمی ہوتے تو وہ سمجھتے اور علمی اصول کو مدنظر رکھتے۔ پھر انکو تعجب ہوتا سنئے! اگر آپ ذرا تکلیف کر کے ہمارے فقرہ زیر بحث سے ذرا آگے چلتے تو شائد آپ کو تعجب نہ ہوتا۔ اور شائد سمجھ جاتے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ خیر اب ہی سہی لیجئے اپنے تعجب کو دُور کیجئے۔

(۱) آپ پوچھتے ہیں کہ اگر ایسے دعوی کی تائید یا تردید نہیں ہوسکتی تو اس دعوے کو کس مد میں رکھا جاوے۔ یہ فرض مدعی کا ہے وہ یا تو شہادت پیش کرے یا بصورت عدم شہادت بتاوے کہ اس کے دعوے کو کس مد میں رکھا جاوے۔ عدم شہادت کے باعث وہ خود مجبور ہوگا۔ اور کہدیگا کہ میرے دعوے کو ردی کی مد میں ڈالدیجئے۔ منکر کا کام نہیں کہ بتاوے کہ جس دعوے پر شہادت نہیں اس کو کس مد میں رکھنے کا مشورہ دے۔

(۲) آپ نے میرے الفاظ کو نقل کرنے کے باوجود لفظ تردید کو میرے منشاء کے خلاف تائید پر مقدم رکھا حالانکہ میں نے مقدم نہیں رکھا۔ ایمان سے بتائیے کہ اس یہودیانہ تحریف کی غائت کیا ہے؟

(۳) آپکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ تائیدی دلائل یا شہادت مدعی کی طرف سے پیش ہونے چاہئیں اگر مدعی کوئی شہادت یا دلیل پیش کرے اور وہ شہادت یا دلیل مدعی کے دعوے کو ثابت کرسکے تو پھر منکر کو تردید کی ضرورت پڑتی ہے۔ خدا جانے آپ نے منطق اور فلسفہ کی کس کتاب میں پڑھا ہے کہ ہر دعوے کے متعلق تردید یا تائید کے دونوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو ضرور اختیار کرنا چاہئے جس طرح مرزا صاحب نے نئی نبوت پیدا کی ہے شائد اس طرح انہوں نے کوئی نئی منطق اور نیا فلسفہ بھی ایجاد کیا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہے تو اسکا پتہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

(۴) افسوس کہ آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسلمات محتاج دلیل نہیں ہوتے بلکہ اُنکو دعوے کے زمرہ و مد میں شامل کرنا۔ مرزائی اہل علم کے نزدیک شائد جائز ہو۔ دنیا میں کوئی عقلمند اس کو نہیں مان سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فونوگراف کی طرح آپ نے سُنی سُنائی بات لکھدی۔ دراصل آپ مسلمات کے لفظ کے مفہوم سے واقف نہیں۔ سنئے میں آپکو بتاتا ہوں جن امور کو ایک مدعی پیش کرے اور منکر اُسے قبول کرے

توایسے امور کو مسلمات لکھتے ہیں۔ایسے امور کے ثابت کرنے کے لئے نہ کسی شہادت کی ضرورت ہے اور نہ فریق ثانی کو بعد میں تردید کا حق ہے۔ برخلاف ایسے دعوے کے جسکو فریق ثانی منکر غلط کہتا ہے تو ایسے دعوے پر تائید کے لئے شہادت کی ضرورت ہے۔ اگر شہادت سے ثابت نہ ہو تو فریق ثانی یعنی منکر سبکدوش ہے۔ اُسے تردیدی دلائل یا شہادت پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ایسا دعویٰ خود بخود غلط ہوگا۔ اگر تائید میں شہادت پیش ہو جاوے تو پھر فریق ثانی تردید کریگا۔ چلئے دوسری بات سُنئے!

دوسری بات | اگر مکالمہ الٰہیہ کا دعوے ایسا ہی ہے جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی۔ تو انبیاء اولیاء نے دنیا کے سامنے اُسے کیوں پیش کیا۔ کیا خدا سے علم پانے والوں اور دنیا کو حق کی طرف بلانیوالوں کو لائق تھا کہ ایسا دعوے کرتے جس کی تائید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی۔ نیز اُن کے منکرین اور مکذبین نے اگر اعتبار نہ کیا۔ تو وہ مجبور نہیں کئے جاسکتے کہ ضرور مانیں اور نہ کوئی عقلمند دنیا میں ایسا فتوے دے سکتا ہے کہ ایسے مدعی کا بیان تسلیم کیا جاوے۔"

ہمارے علمی دوست سے یہ تو نہ ہوسکا کہ کسی ہی دلیل سے مکالمہ الٰہی کی شہادت کا پتہ دیتے خصوصاً مرزا صاحب کے مکالمہ کا کوئی گواہ پیش کرتے جس نے اُنہیں خدا کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ یا جس نے مرزا صاحب کی کسی خواب کا مشاہدہ کیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتے تو البتہ ہم پر فرض ہوتا کہ اس شہادت کی تنقید کرتے اور اُس کی تردید پر مجبور ہوتے مگر انہوں نے کیا کیا۔ پوچھتے ہیں کہ انبیاؑ و اولیاؒ نے ایسے دعوے کو کیوں پیش کیا۔جس کی تائید وہ کسی شہادت سے نہ کرسکتے تھے۔ اگر علمی دوست ہمارا سارا مضمون پڑھ لیتے۔ تو اُنکو اپنے اس سوال کا جواب مل جاتا۔ اب بھی وہ غور سے سارا مضمون پڑھ لیں تو شائد اُن کی سمجھ میں آجاوے۔

سُنئے انبیاء و اولیاء نے اگر دعوے مکالمہ الٰہی کیا۔ تو اسپر وہ شہادت پیش نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ بوقت مکالمہ کوئی شخص انکے پاس نہیں ہوسکتا تھا۔ جو شہادت دے۔ بلکہ ایسے دعوے کے لوازم ثابت ہوجاتے تھے۔ سچے نبیوں نے ایسے لوازم

Marfat.com

پیش کئے جن کی تردید منکرین سے نہیں ہو سکی - اور چونکہ بصورت عدم تردید قابل قبول ہوتا ہے اس لئے وہ لوازم موئدہ مؤید دعوے ہوئے نہ کہ شہادت - اگر ہمارے علمی دوست خود اس علمی بات کو نہیں سمجھ سکتے - تو کسی اہل علم سے استفادہ کریں شائد سمجھ سکیں - آگے چلئے :-

تیسری بات | مکالمہ الٰہیہ سے شرف پانے والے جھوٹے مدعی کیونکر قابل عتاب ہو سکتے ہیں - کیونکہ انہوں نے جناب انگر کے نقطۂ خیال سے کوئی جرم نہیں کیا - بلکہ ایسے امر کا دعوے کیا ہے کہ ایک پہلو سے جس کی تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی - پھر ایسے مفتریوں کو ماننے والے بھی لائق ملامت نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے حسب خیال ایک ایسے دعوے کو قبول کیا ہے - جس کی تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی "

اگرچہ عقلمند اور اہل علم انکا جواب ہماری اوپر کی تحریر سے نکلتا ہے - مگر افسوس کہ جماعت مرزائیہ سے امید نہیں کہ وہ اصلیت کو سمجھ سکیں - کیونکہ مرزائیت کا یہ ایک ادنےٰ کرشمہ ہے کہ اس کے قبول کرتے ہی دماغ علمی باتوں کے سمجھنے اور حق کے قبول کرنے کی قابلیت کھو بیٹھتا ہے - اسلئے صاف لفظوں میں جواب دینا ضروری ہے -

مفتری علی اللہ یا مدعی کاذب اس لئے مجرم ہے کہ اگرچہ وہ مکالمہ الٰہی کی شہادت پیش نہیں کر سکتا - لیکن وہ لوازم کو بھی ثابت نہیں کر سکتا - جیسا کہ مرزا صاحب مکالمہ الٰہی کے لوازم کو بھی ثابت نہیں کر سکتے - لوازم میں سے ضروری لازمہ یہ ہے کہ مدعی صادق ہو - اور اس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو - اور ایسے مفتری کو ماننے والے اسلئے مجرم ہیں کہ انہیں تردید کی ضرورت نہ تھی - تردید تو اس صورت میں لازمی ہوتی ہے جبکہ دعوے پر شہادت یا لوازم پر دلائل ہوں ؎

جو اسپر بھی نہ وہ سمجھے تو پھر اس سے خدا سمجھے

چوتھی بات | اگر مکالمہ الٰہیہ کا دعوے ایسا ہی دعوے ہے جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی - تو سوال یہ ہے کہ گذشتہ کثیر التعداد انبیاء علیہم السلام اور لاکھوں اولیاء کرام کے دعوے مکالمہ الٰہیہ کو دنیا کے اہل علم

Marfat.com

عقلمند اور ہمارے اسلاف نے کیوں قبول کر لیا - جبکی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی - کیونکہ اس کی تائید میں کھڑے ہوگئے - کیا انہوں نے ارتکاب جرم کیا "

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مکالمہ الٰہی کا کوئی گواہ انبیاء نے پیش نہیں کیا - لوازم کے ثبوت پر اور منکرین کے لوازم کے ثبوت کی تردید نہ ہوسکنے کی بناء پر انکا دعوٰی قابل قبول ہُوا - اولیاء عظام کا دعوٰی مکالمہ الٰہی صرف اس لئے قابل قبول ہُوا کہ اُن کے لئے صرف ایک لازمہ تھا یعنی نبوت کا دعوٰی نہ تھا اور ہر ایک مکالمہ قرآن وحدیث کی تائید میں تھا - اگر کسی نے بعد زمانہ ختم المرسلین دعوائے نبوت کیا یا کسی نے بلا دعوائے نبوت مکالمہ الٰہی کا دعوئے کر کے مرزا صاحب کی طرح خلاف اصول اسلام باتیں پیدا کیں وہ مفتری قرار دیے گئے - سوائے حمقاء کے کسی متدین مسلمان نے نہیں مانا -

پانچویں بات مکالمہ الٰہیہ کا دعوٰی اگر ایسا ہی ہے جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی - اور جیسا کہ آنکر لکھتے ہیں کہ مدعی اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہوسکتا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا انکے نزدیک انبیاء اور اولیاء جو مکالمہ الٰہیہ کے مدعی تھے - کامیاب نہیں ہوئے - اگر کامیاب ہوئے تو یہ بات کیسی کہ مدعی اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا -

مدعیان مکالمہ الٰہیہ محض اس دعوائے اور مطلق دعوائے سے کامیاب نہیں ہوئے کہ ہمکو مکالمہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہے - بلکہ وہ لوازم کے اثبات کی صورت کامیاب ہوئے - اُنکی مسلمہ صداقت خرق عادت معجزات - کرامات نے لوگوں کو یقین دلایا کہ واقعی انکو شرف حاصل ہے - البتہ ایسا شخص کامیاب نہیں ہوسکتا جسکا دعوٰی تو یہ ہو کہ مجھے مکالمہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہے - مگر کاذب ہو - اور اُس کی کذب بیانیاں اُس کی اپنی تحریروں سے ثابت ہوں - اور اُس کے مکر فریب اور دغا کا راز طشت از بام ہو - ایسے شخص کے مطلق دعوٰی پر کوئی شخص عقلمند اعتبار نہیں کرسکتا - الاّ من سفہ نفسہ کیونکر ایسے دعوٰی کی تائید وہ شہادت سے نہیں کرسکتا -

اگر ہمارے علمی دوست کے نزدیک کامیابی اسی کا نام ہے کہ کسی مدعی نبوت کاذبہ پر ایک جماعت ایمان لے آوے تو یہ اُن کی غلطی ہے غور کرو کہ مسیلمہ کاذب کے دعوائے نبوت کاذبہ اور دعوائے وحی پر کتنے حمقاء ایمان لائے تھے حسن بن صباح نے کس قدر ترقی کی - اصل کامیابی وہ کامیابی ہے کہ محققین اور علماء براہین و دلائل اثبات لوازم سے عاجز آجائیں -

افسوس کہ علمی صاحب معمولی بات بھی نہیں سمجھ سکتے - خدا جانے کس علمی قابلیت اور کس حوصلہ پر انہوں نے مضمون لکھنے کی جرأت کی -

Marfat.com

چھٹی ساتویں اور دسویں باتوں کا ہم متفقہ جواب دیں گے فی الحال ناظرین آٹھویں اور نویں بات سُن لیں کہ علمی صاحب کیا کہتے ہیں۔

آٹھویں بات | خدا کے نازل کردہ علوم کی تحقیر اور مامور الٰہی کی تکذیب سے انسان کم فہم ہو جاتا ہے یوں فضول جوش سے خواہ انگارہ ہو جائے لیکن فی الحقیقت وہ سرد اور جامد ہی رہتا ہے۔ وہ مخالفت کے شعلے بھڑکانے میں خواہ کتنا ہی تیز ہو۔ لیکن وہ نوری نہیں ہو سکتا۔ اور سچ پوچھو تو کھری کھری بات یہی ہے کہ مامور الٰہی کو جھٹلانیوالوں کی عقل ماری جاتی ہے۔ عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ حضرت مولانا اخگر کیسی باتیں کر رہے ہیں"

افریقہ کے حبشیوں کا رنگ ساری دنیا جانتی ہے کہ سیاہ ہوتا ہے۔ اسپر بھی اُن میں رواج ہے کہ اکثر نام وہ کافور رکھتے ہیں۔ بعینہ یہی حال مرزائی الجماعۃ کا ہے۔ ایک مفتری علی اللہ کے دام تزویر میں پھنسکر اُن کے دماغی قویٰ اس قدر معطل ہو گئے ہیں۔ کہ اس کے متضاد متناقض اور بے سروپا لغویات کو کلام الٰہی مان رہے ہیں۔ اور لوگوں پر الزام لگا رہے ہیں۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ کسی عورت کے کسی جرم پر اُس کے شوہر نے اُس کی ناک کاٹ دی اور گاؤں سے نکالدیا۔ کسی دوسرے گاؤں میں کسی رشتہ دار کے پاس چلی گئی۔ معاً یہ خیال آیا کہ جب کسی عورت سے لڑائی ہوگی تو ناک کٹی کہیگی اور طعن کریگی۔ اس لئے اُس نے یہ رائے قائم کی کہ خود بے وجہ لڑائی چھیڑ کر طعن کی ابتدا کروں۔ چنانچہ علی الصبح ایک ہمسایہ عورت سے اُلجھنے لگی۔ دو تین عورتیں اکٹھی ہوگئیں تو زور سے چلا کر کہنے لگی کہ لعنت ہے تمہاری ناکوں پر۔ بے حیاؤں کو جوتے جتنی لمبی لمبی ناکیں منہ پر رکھتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ یہ غلط ہو یا صحیح اس سے بحث نہیں۔ مگر ہم علمی صاحب کے طعن کو ٹھیک ایسے ہی طعن کے مشابہ پاتے ہیں۔

علمی صاحب اپنی لاعلمی کے باعث یہ نہیں جانتے کہ جس انگارہ کو وہ سرد اور جامد سمجھتے ہیں اُس انگارہ نے نبوت کاذبہ کے مدعی کی نبوت کاذبہ کے خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیا مگر جن کے دل ہیں اور نہیں سمجھتے جن کی آنکھیں ہیں اور نہیں دیکھتے۔ جن کے کان ہیں مگر نہیں سُن سکتے وہ درحقیقت نہیں سمجھ سکتے خدائی فیصلہ ہے اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اور خدا کی فیصلہ ہے۔ انہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اس لئے یہ لوگ معذور بھی ہیں۔

نویں بات کہ دعوے مکالمہ الٰہیہ کے پرکھنے کے لئے واقعی معیار کیا ہے۔ اسوقت ہم اس کے

متعلق کچھ نہیں لکھتے۔ ہاں اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مخالفین کو احمدی لٹریچر پوری توجہ سے پڑھنا چاہئے اس طرح نہ پڑھنا چاہئے جس طرح یہود و نصاریٰ اور آریہ قرآن و حدیث کو پڑھتے ہیں"

الحمدللہ کہ آپ نے مان لیا کہ مکالمہ الٰہیہ کے دعوے کی تائید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اُس کے لئے کوئی اور معیار ہے۔ آپ اس وقت نہیں بتاتے تو نہ سہی۔ ہم آپکو مجبور بھی نہیں کرتے اور نہ ہمیں ضرورت ہے۔ ہم مرزا صاحب کے دعاوی کو انہیں کے بتائے ہوئے معیاروں سے پرکھتے ہیں وہ جن باتوں کو خدائی الہام کے نام سے بیان کرکے دعوے کرچکے ہیں۔ کہ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹل نہیں سکتیں۔ اگر میں اس میں جھوٹا ثابت ہوا۔ تو ہر طرح کی سزا اُٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھے پھانسی دیا جاوے۔ منہ کالا کیا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ۔

رہی یہ بات کہ مرزائی لٹریچر کو ہم کس نگاہ سے دیکھتے ہیں مدعیان نبوت کاذبہ یا مفتریان علی اللہ کے کلام کو دیکھنے کے لئے اسلام نے جو اصول مقرر کئے ہیں ہم اُن اصولوں کی پابندی سے دیکھتے ہیں اور ہر مسلمان محقق کا یہی فرض ہے۔ ہاں آپکو دوستانہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ مرزائی لٹریچر اسی نگاہ سے دیکھیں اور اس طرح نہ دیکھیں جس طرح عیسائی حضرت مسیح کی ابنیت الوہیت اور کفارہ کو قائم رکھنے کے لئے انجیل کو دیکھتے ہیں اگر آپ اس پر عمل کریں گے تو مرزائی لغویات روز روشن کی طرح آپ پر ظاہر ہونگی۔ اگرچہ آپ کسی ضرورت سے اس کے اظہار کی جرأت نہ کریں تاہم آپ کا ضمیر آپ کو ملامت کریگا۔

اب ہم چھٹی ساتویں اور دسویں بات کو نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ :۔

چھٹی بات | حضرت اقدس مرزا صاحب نے مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کیا اور بقول مولانا انگر یہ دعوےٰ ایسا ہے "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی" پھر تعجب اور حیرت اور افسوس مولانا انگر پر کہ جس کی تردید کسی شہادت سے ان کے نزدیک نہیں ہوسکتی۔ اسی کی تردید کرنے کے لئے مضمون لکھتے ہیں اور تردید کرنے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں۔

۱ے علمی صاحب کے ترک مرزائیت سے ہمارے اقوال کی تصدیق ہوگئی انہوں نے جب صحیح خیال سے مرزائی لٹریچر کو دیکھا تو مان گئے کہ مرزا صاحب صادق نہیں۔ خدا کرے کہ وہ بابی اور بہائی لٹریچر کو بھی اُسی نگاہ سے دیکھیں جسکا ہمنے پتہ بتایا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اتنا نہیں سوچتے کہ جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی " اُس کی تردید میں کیوں سر کھپاتے ہیں - یہ بھی اسلام اور تقوٰے ہے کہ عمل قول کے خلاف ہو - مولانا کیوں؟ اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتے - لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون "

ساتویں بات | مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ ایسا ہے " جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی " اگر مولانا اخگر کو اپنے اس قول پر اعتقاد و یقین ہے تو جس طرح وہ دعوے مکالمہ الٰہیہ کی تائید نہیں کرتے - انہیں لازم تھا کہ تردید بھی نہ کرتے تا کہ قول و فعل مطابق اور زبان و دل موافق ہوتے اور معلوم ہوتا کہ جو وہ کہتے ہیں سچے دل سے اور صفائی طبع کے ساتھ کہتے ہیں "

دسویں بات | الفقیہ کے پادر ہوا مضامین کا یہ ایک نمونہ ہے ع قیاس کُن ز گلستان من بہار مرا - مولانا اخگر اپنی تردید آپ کر رہے ہیں - فرماتے ہیں "کیا مرزا صاحب کو مکالمۂ الٰہی کا شرف حاصل تھا - یہ ایک ایسا دعوٰے ہے جسکی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی" علمی صاحب نے مدعیان نبوت کاذبہ کے نامہ اعمال کی طرح اخبار کا اتنا کاغذ سیاہ کیا - مگر ان تینوں باتوں میں کیا فرق ہے - وہ ظاہر ہے تینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بقول راقم اخگر مکالمہ الٰہیہ کے دعوے کی تائید و تردید کسی شہادت سے نہیں ہوسکتی تو راقم کیوں تردید کر رہا ہے -

مگر افسوس کہ علمی صاحب کی لاعلمی اس پر روشنی نہ ڈال سکی - کون کہتا ہے کہ ہم نے کسی شہادت سے تردید کی - ہمارا مضمون ساری کا سارا پڑھ جاؤ - پھر پتہ لگیگا کہ ہم شہادت سے تردید نہیں کرتے ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم مفصّل لکھ چکے ہیں اس دعویٰ کی تائید و تردید شہادت سے ہو ہی نہیں سکتی - ہم نے تو لوازم پر بحث کر کے نتیجہ نکالا ہے اسی کو علمی صاحب نے پیار کہدیں - ہماری تحریر کو شہادت سے تردید سمجھ لینا کسی علمی جیسے دوست کا ہی کام ہوسکتا ہے - ورنہ دنیا میں کوئی عقلمند اسکا قائل نہیں ہوسکتا -

ہم نے مرزا صاحب کے اپنے متضاد و متناقض تحریروں و کذب بیانیوں کو ظاہر کر کے ایک نتیجہ نکالا ہے - اور اسی نتیجہ سے یا مرزا صاحب کے اپنے اقوال کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے انکا خرمن نبوت جل رہا ہے اور وہ زبان حال سے پکار رہے ہیں ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے

Marfat.com

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا کہ مرزائی جماعت کا علمی سرمایہ کیا ہے۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں درحقیقت مرزائی گروہ میں ایک بے علم بھی شامل ہو جائے تو وہ بڑا مولوی کہلاتا ہے۔

ضلع سیالکوٹ میں ایک قصہ مشہور ہے کہ اُس ضلع میں جاٹوں کی ایک قوم ہے جسکو سلہری کہتے ہیں۔ ابتدائے عملداری انگریزی میں اسی قوم کی ایک عورت اپنے شوہر کو زہر خورانی کے جرم میں ماخوذ ہو کر مجرم قرار پائی۔ اور عدالت سے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی۔ بحکم سزا کے صادر ہونے پر وہ حاملہ ہونے کے باعث جیل خانہ میں روک لی گئی۔ خاوند کو تو اُس نے زہر دیا تھا۔ اس لئے یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ حمل کس کا ہے۔ بہرحال اگر یہ حمل کسی ناجائز کارروائی کا نتیجہ تھا تو بچہ مجہول النسب ہوتا۔ اور اگر خاوند کا تھا تو بچہ سلہری تھا۔ آخر وضع حمل ہونے پر لڑکا پیدا ہوا۔ چونکہ لڑکا مجرم نہ تھا اس لئے اُس کو والدہ کے ساتھ جزیرہ انڈمن میں بھیجنا خلاف قانون۔ ہندوستان کے کوئی سید صاحب داروغہ جیل تھے۔ اور اُن کے ہاں اُسوقت تک کوئی اولاد نہ تھی۔ انکی بیوی نے اس بچے کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ بچہ سید صاحب کے گھر میں پرورش پاتا رہا۔ آخر بڑا ہوا۔ سید صاحب فوت ہو گئے اور یہ لڑکا بھی انکے وطن میں چلا گیا۔ اور سید صاحب کہلانے لگا۔ جو لوگ جانتے تھے وہ بھلا کب مانتے تھے۔ اور کیوں ایک مجہول النسب یا سلہری جاٹ کو سید بناتے۔ آخر وہ ایک ایسی جماعت میں جا ملا۔ جس میں قحط الرجال تھا۔ وہاں وہ مستند سید صاحب بن گئے۔ اب غالباً اُن کی اولاد بھی سید ہی کہلائیگی۔

یہی حال ہے اُن بے علموں کا۔ مرزائی جماعت میں آکر اُنکو یہ فائدہ ہو جاتا ہے کہ مولوی بنجاتے ہیں اور اُنکا شمار اہل علم میں ہو جاتا ہے۔ مگر علمی قابلیت کا نمونہ یہی علمی صاحب کا مضمون کافی سے زیادہ ہے۔

ہم نے علمی صاحب کے مضمون پر غور کر لیا۔ اب علمی صاحب کو لازم ہے کہ وہ غور کریں کہ لکھتے وقت انکا دماغ عضو معطل کا کام دے رہا تھا یا نہیں۔ ہم انہیں مجبور نہیں کرتے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں بلکہ یہ انکی مرضی پر موقوف ہے۔ کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں یا گرم دل سے۔ اگر وہ غور کریں گے تو وہ خود بھی انشاءاللہ تعالیٰ نادم ہونگے اور امید ہے کہ جماعت مرزائیہ بھی اُن کے اس مضمون پر اُنکو ملامت کریگی۔ بشرطیکہ ختم اللہ علیٰ قلوبھم کے مصداق نہ ہو گئی

Marfat.com

ہوں کیونکہ ایسی صورت میں روشنی بھی تاریکی دکھائی دیتی ہے۔ اور ہدایت ضلالت نظر آتی ہے۔ یخرجونھم من النور الی الظلمٰت

سچ ہے :-

تہیدستانِ قسمت را چہ سُود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

چوتھی تنقیح

کیا مکالمہ الٰہی دلیل نبوّت ہے ؟

تیسری تنقیح میں چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کو مکالمہ الٰہی کا شرف ہی حاصل نہیں تو تنقیح چہارم پر بحث کرنے کی ضرورت ساقط ہو گئی لیکن ممکن ہے کہ مرزائی اہل علم اپنے جاہل دام افتادوں کو مرزا صاحب کے مکالمہ کا یقین دلا کر منواتے رہیں کہ مرزا صاحب ضرور نبی ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی غور کریں ا۔

قبل اس کے کہ ہم اس تنقیح کے متعلق قرآنی ثبوت کو پیش کر کے نتیجہ پر پہونچیں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ سے ایک مقرب انسان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

ہم مسلمانوں کی اصطلاح میں خدا سے ہم کلام ہونے کے درجے ہیں۔ وحی۔ الہام۔ مکالمہ مشاہدہ :-

سب سے بڑے درجے کی بات وحی ہے۔ اور دوسرے درجہ پر الہام اور اس کے بعد مکالمہ۔ مشاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو الہام ہوتا ہے۔ خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور امور غیبیہ اور اسرار خداوندی کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں ا۔

"جس قدر اولیا اور صاحب کمالات باطنیہ گذرے ہیں۔ ان سب کے الہامات مشہور و متعارف ہیں۔ کہ جو ہر ایک عصر میں قلمبند ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے شیخ عبدالقادر جیلانی اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں کہ کس کثرت سے انکے الہامات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ ویکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ

غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے"۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۴۵ و ۵۴۶)

اس پر بھی ایسے بزرگان دین نبی نہیں ہو سکتے۔ اور نہ انکا الہام و مکالمہ و مشاہدہ دلیل نبوت ہے کیونکہ شریعت میں یہ امر مسلم ہے جیسا کہ ابتدائی تنقیحات کے فیصلے سے ظاہر ہے کہ نبوت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور یہ بھی شریعت میں مسلم ہے کہ ہر ایک الہام یا مکالمہ یا مکاشفہ یا مشاہدہ اہل اسلام کے لئے صرف اسی صورت میں حجت ہے جبکہ خلاف مسلمات شرعیہ نہ ہو۔ اگر ذرا بھی خلاف ہو۔ تو وہ الہام قابل قبول نہیں۔ اور نہ کسی کے لئے حجت و دلیل ہے۔ بصورت مطابق ہونے صراحت شرعیہ کے بھی الہام غیر ہی دلیل نہیں۔ بلکہ تائید کا کام دیتا ہے۔

اب ہم اصل بحث کی طرف آتے ہیں۔

وحی جو تعلقات الٰہی میں سے افضل اعلیٰ ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف کیا فیصلہ کرتا ہے:۔ آیات ذیل شہادت میں کافی ہیں:۔

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ	اور جب وحی کی ہم نے حواریوں کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ اور میرے رسول پر۔ کہا حواریوں نے ایمان لائے ہم

اور گواہ رہ اس بات کا کہ ہم مسلمان ہیں"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰے کے شاگردوں کو حضرت عیسٰی پر ایمان لانے کا حکم بذریعہ وحی ہوا تھا اور حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔

شائد مرزائی گروہ باتباع عیسائیوں حواریوں کو اپنی ضرورت کے لئے نبی مان لیں تو یہ خیال اسی آیت سے رد ہوتا ہے کیونکہ وحی میں ایمان بالرسول کی ہدایت ہے اور حواریوں کا اپنے آپکو مسلمان بتانا شاہد ہے کہ وحی نبوت نہ تھی۔ لیکن اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے۔ تو قرآن شریف کی دوسری آیات میں سے اس کے متعلق حکم لیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ یعنی جب وحی کی رب تیرے نے ملائکہ کی طرف" اس آیت میں فرشتوں کی طرف وحی کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ فرشتے نبی نہیں۔ اور سنئے اللہ تعالیٰ حضرت موسٰے کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓى یعنی جب وحی کی ہم نے تمہاری والدہ کی طرف جو کچھ کہ وحی کی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف۔ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ

کی والدہ ماجدہ کو وحی ہوئی۔ حالانکہ حضرت موسیٰ کی والدہ ماجدہ نبی نہ تھیں۔ اس سے ثابت ہؤا کہ وحی دلیل نبوت نہیں۔ اس کے ماننے سے مرزائی گروہ کو انکار کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کو خود اسکا اقرار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

احادیث صحیحہ کے رُو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الہامات اور خوارق بکثرت ثابت ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساریہ کے لشکر کی خطرناک حالت سے باعلام الٰہی مطلع ہو جانا جسکو بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اگر الہام نہیں تھا تو اور کیا تھا؟ اور پھر اُن کی یہ آواز کہ یا ساریۃ الجبل الجبل مدینہ سے بیٹھے ہوئے منہ سے نکلنا اور وہی آواز قدرت غیبی سے ساریہ اور اُس کے لشکر کو دور دراز مسافت سے سُنائی دینا۔ خارق عادت نہیں تھی، تو اور کیا چیز تھی؟ اسی طرح جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے بعض الہامات وکشوف مشہور و معروف ہیں۔ ماسوا اسکے میں پُوچھتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں اس بارہ میں شہادت دینا تسلّی بخش امر نہیں ہے۔ کیا اُس نے صحابہ کرام کے حق میں نہیں فرمایا کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم کے اصحاب کو امم سابقہ سے جمیع کمالات میں بہتر و بزرگتر ٹھیراتا ہے اور دوسری طرف بطور مشتے نمونہ از خروارے پہلی امتوں کے کاملین کا حال بیان کر کے کہتا ہے کہ مریم صدیقہ والدہ عیسےٰ اور ایسا ہی والدہ حضرت موسیٰ اور نیز حضرت مسیح کے حواری[1] اور نیز خضر جنمیں سے کوئی بھی نبی نہ تھا یہ سب ملہم من اللہ تھے اور بذریعہ وحی اعلام اللہ امور غیب سے مطلع کئے جاتے تھے (براہین احمدیہ ص۵۴۷ و ص۵۴۸)

دوسرا تعلق الہام کا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نفس کی نسبت فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا یعنی اُس کی بُرائی اور پرہیزگاری کا الہام کر دیا گیا۔ اس سے ثابت ہؤا کہ الہام ہر ایک کو ہوتا ہے۔ جب ہر ایک کو ہؤا تو صاف ظاہر ہے کہ دلیل نبوّت نہیں۔

ان حوالہ جات کے ہوتے ہوئے اور مرزا صاحب کے اپنے اقرار کے مطابق اس تنقیح کا فیصلہ بھی مرزا صاحب کے خلاف ہے۔

---

[1] اس سے ثابت ہؤا کہ مرزا صاحب حضرت عیسےٰ کی حواریوں کو نبی نہیں مانتے ۱۲

Marfat.com

پانچویں اور چھٹی تنقیح

پانچویں تنقیح یہ ہے کہ (٥) کیا مرزا صاحب کی پیشگوئیاں دلیل نبوت ہو سکتی ہیں ؟
اور چھٹی تنقیح ہے کہ (٦) کیا مرزا صاحب اپنی پیشگویوں میں صادق نکلے ؟
اگرچہ ان دونوں تنقیحوں میں فرق ہے مگر چونکہ ایک ہی قسم کے دلائل دونوں تنقیحوں میں پیش ہو سکتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ ان دونوں پر متفقہ غور کر لیا جائے۔

مرزا صاحب نے بکثرت پیشگوئیاں کیں اور مرزا صاحب اور جماعۃ مرزائیہ کو اس پر بہت ناز ہے اور صداقت مرزا صاحب پر مرزائیوں کے پاس اس سے زیادہ اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔

ہم مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو دو قسم پر منقسم کرتے ہیں۔
(اوّل) وہ پیشگوئیاں جو جنگ و جدال - قحط - زلزلہ - وبا - طاعون وغیرہ کی خبر دیتی ہیں اور اُن کے وقوع کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا۔
(دوم) وہ پیشگوئیاں جو کسی کی موت یا کسی ذاتی اثر کی خبر دیتی ہیں اور انکا وقت وقوع مقرر کر دیا گیا ہے۔

مرزا صاحب کے مسلک کے مطابق قسم اوّل کی پیشگوئیاں قابل بحث نہیں اور نہ ہی اُنکا کوئی اعتبار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ :-
"یسوع کی تمام پیشگوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیشگوئی بھی اس (آتھم کی) پیشگوئی کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت ہو جائے تو ہم ہر ایک تاوان دینے کو تیار ہیں۔ اُس درماندہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے - قحط پڑیں گے - لڑائیاں ہونگی پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اُس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مُردہ کو اپنا خدا بنا لیا - کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے - کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا - پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی نام کیوں رکھا ؟ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴)
مرزا صاحب کی عبارت صاف ہے اور اس میں کوئی بھی پیچیدگی نہیں - اگر مرزا صاحب کا یہ بیان

جماعت مرزائیہ کے نزدیک صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے۔ تو جو اصول مرزا صاحب نے اس میں بیان کیا ہے اسکو دگالیاں الگ کرکے) مہذب پیرایہ میں مرزا صاحب پر وہ اس طرح چسپاں ہوگا۔ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں۔ زلزلہ آئیگا۔ قحط پڑیگا۔ لڑائی ہوگی۔ وبا پھیلے گی وغیرہ وغیرہ۔ کیا پیشگوئیاں ہیں۔ لعنت اُن دلوں پر جو مرزا صاحب کو ایسی پیشگوئیوں کی بنا پر نبی مان رہے ہیں۔ اور ایسی پیشگوئیاں مرزا صاحب کی نبوت پر دلیل ٹھیرائیں کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے۔ کیا قحط نہیں پڑتے۔ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ جاری نہیں رہتا۔؟

مرزا صاحب نے جو کچھ کہا اُس کی تائید مرزا صاحب کے جانشین اوّل حکیم نورالدین صاحب کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ اور حکیم نورالدین صاحب تمام مرزائیوں کے نزدیک مسلمہ خلیفہ ہیں۔ جماعت مرزائیہ میں جو تفریق ہوئی ہے وہ حکیم صاحب کی وفات کے بعد ہوئی ہے حکیم صاحب کیا کہتے ہیں۔ سُنیئے!

"اب لیجئے حضرت مسیح کی سُنئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھیگی۔ کال اور وبائیں پڑینگی اور جگہ جگہ زلزلے واقع ہونگے اپنے شاگردوں کو فرمایا جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے اُسے کھوئیگا اور جو کوئی میری لئے اپنی جان کھوئے اُسے پائیگا۔ آپ نے پطرس کو فرمایا (وہی پطرس جو رسول اور صاحب کتاب ہوا اور جس نے بڑی دلیری اور جرأت سے استاد کو ملعون کہکر تین بار انکار کیا) میں آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دونگا۔ اور جو تو زمین پر بند کریگا آسمان پر بھی بند ہوگا۔ اور جو تو زمین پر کھولے آسمان پر بھی کھلا ہوگا۔ اور شاگردوں سے فرمایا کہ میرا پیالہ پیوگے اور وہ بپتسمہ جو میں پاتا ہوں پاؤگے۔

پہلی پیشگوئی (اگر اسے پیشگوئی کہہ سکیں) صاف قانون قدرت کے استمراری واقعات کا استنباط ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت کا چڑھنا اور کال اور زلزلے اور وبا، کا واقع ہونا نیچر کی ایسی عادت میں سے ہے کہ اسکی نسبت کسی ایک کا بلا تعیین وقت اور گول مول پیشگوئی کرنا بھی کبھی غلط نہیں مانا جاسکتا" (فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب

مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب کے اور حکیم صاحب کے بیان میں صرف اتنا فرق ہو کہ اول الذکر نے گالیوں اور درشت کلامی سے کام لیا ہے اور مؤخر الذکر نے شرافت سے مگر مطلب وہی ہے جو مرزا صاحب کا تھا حکیم صاحب کی رائے میں جنگ زلزلہ - وبا - قحط کی پیشگوئی درحقیقت پیشگوئی کہلانے کی مستحق ہی نہیں - لیکن اگر اسکو پیشگوئی کہا جائے - تو قانون قدرت کے استمراری واقعات ہمیشہ ہوتے ہی رہتے ہیں اور کوئی شخص بھی ایسی پیشگوئی کرے تو وہ ضرور ہوگی -

ان وجوہ سے مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کا دفتر جسکا حجم بہت ہے یکقلم گاؤخورد ہوگیا - اور مرزا صاحب یا جماعت مرزائیہ کا حق باقی نہ رہا کہ وہ ایسی پیشگوئیوں کو پیشگوئی کہہ سکیں - یا ایسی پیشگوئیوں کو مرزا صاحب کی نبوت یا صداقت پر بطور دلیل کے پیش کریں -

مرزائی گروہ کے سمجھدار ایم اے اور بی اے صاحبان پر زیادہ تعجب ہے کہ باوجودیکہ مرزا صاحب اور حکیم صاحب کے مقررہ اصول مندرجہ بالا ایسی پیشگوئیوں کی بناء پر کچھ مان لینے والے کے دل پر مرزا کی لعنت نازل ہوتی ہے - پھر بھی بڑے زور سے بعض ایسی پیشگوئیوں کو مرزا صاحب کی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور اس پر لطف یہ کہ مرزا صاحب کو سچا کرنے کے لئے مرزا صاحب کی صراحتاً تکذیب کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی تصانیف کو یہ لوگ یا تو مطالعہ نہیں کرتے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں -

۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک سخت زلزلہ آیا تھا جسکا اثر زیادہ تر پنجاب میں ظاہر ہوا اس زلزلہ کا آنا تھا کہ مرزا صاحب نے جھٹ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی - اور کہدیا کہ براہین احمدیہ میں زلزلہ کی پیش گوئی درج ہے - مگر ساتھ ہی یہ بڑ بھی ہانک دی کہ اس سے زیادہ شدید زلزلہ اور آنے والا ہے - اس زلزلہ کے متعلق اردو اشعار بھی لکھو جنمیں سے ایک شعر میں یہ مضمون بتایا گیا کہ ایسا شدید زلزلہ آئیگا کہ اگر زار بھی ہوگا تو اس کی حالت زار ہوگی -

مرزائی لوگ بغلیں بجاتے تھے کہ ابھی مخالفوں نے کیا دیکھا - اب ایسا سخت زلزلہ آئیگا کہ سب تباہ ہو جائیں گے - مرزا صاحب کی الہامی مشین نے یہ مژدہ بھی گھڑا کہ

عنقریب وہ زلزلہ آنے والا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ شہروں اور بستیوں میں نہ رہیں۔ کیونکہ زلزلہ سے مخالفین کے مکانات گریں گے تو جماعت مرزائیہ کو تکلیف ہوگی۔ چنانچہ مرزائیوں نے شہر سے باہر ڈیرے لگائے خیمے نصب کئے اور جب بہت دنوں تک زلزلہ نہ آیا تو مبہوت ہو کر آخر شہروں میں واپس آئے۔

گذشتہ جنگ جرمن میں زار روس پر تباہی آئی تو مرزائیوں نے جھٹ اشتہار شائع کر دیئے کہ مرزا صاحب نے زلزلہ کی پیشگوئی کی تھی۔ زلزلہ کے معنے لڑائی کے بھی ہیں اس لئے مرزا صاحب کی صداقت پر یہ ایک زبردست نشان ہے۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ زلزلہ زلزلہ ہو یا جنگ۔ بہرحال بقول مرزا صاحب اس کو پیشگوئی نہیں کہا جا سکتا۔ ایسی پیشگوئی کی بناء پر کسی کو کچھ مان لینے والے کے دل پر خدا لعنت کرتا ہے۔ اور بقول حکیم نورالدین صاحب چونکہ زلزلہ یا لڑائی کا وقت معین نہیں کیا گیا اس لئے ایسی پیشگوئی تو کوئی بھی کر دے ضرور سچا ہوگا۔

اور یہ نہ سمجھے کہ زلزلہ لڑائی کے معنوں میں بھی اگر آتا ہے تو جب مرزا صاحب زلزلہ کو حقیقی معنوں میں لے چکے ہیں تو اب مرزائی جماعت کو بحیثیت مرزائی ہونے کے مرزا صاحب کے فہم کو ناقص اور اُن کے سمجھے ہوئے مطلب کو غلط قرار دیکر لڑائی کے معنوں میں لینا مرزا صاحب کی صداقت کیسے ہوئی؟ بلکہ یہ تو مرزا صاحب کی تکذیب ہوئی۔ اور مرزا صاحب کے اُس فہم کو (جس کو وہ ایک پیش گوئی کی بنا پر اپنا نشان قرار دیتے ہیں) بہت ہی گرا ہوا ثابت کیا۔ (سراج منیر صفحہ ۳۴ و ۳۵) اگرچہ اس فہم کو وہ خود حضرت عیسےٰ کے متعلق کمزور ثابت کر چکے ہیں۔ پھر بھی دعویٰ ہے کہ مجھے زبردست نشان کے طور پر فہم عطا کیا گیا ہے +

مرزا صاحب نے طاعون کی پیشگوئی کی۔ مگر چالاکی یہ کی کہ پہلے اس پیشگوئی کو الہام کی بنا پر نہیں بلکہ خواب کی بنا پر لکھا تاکہ اگر واقع ہو گئی تو فہوالمراد۔ اور اگر غلط نکلی۔ تو کہہ دیا جائیگا۔ کہ الہام تھوڑا ہی تھا۔ یہ تو محض ایک خواب تھا۔

اس پیشگوئی کی اصلیت یہ ہے کہ جب علاقہ بمبئی میں طاعون پیدا ہوا اور بہت لوگ مر گئے۔ ضلع جالندھر و ہوشیارپور میں وہاں کے بعض لوگ بمبئی سے آئے جنمیں کچھ مریض بھی تھے۔ ان اضلاع میں طاعون کے متعدد کیس ہوئے۔ تو صاحب کمشنر بہادر دہلی نے گورنمنٹ

Marfat.com

پنجاب کو لکھا کہ اضلاع جالندھر و ہوشیارپور ریں بمبئی کے علاقہ سے آنے والے مرض طاعون کو لائے ہیں۔ سخت خطرہ ہے کہ پنجاب میں طاعون پھیل جائیگا۔ اس لئے گورنمنٹ حفظ ماتقدم کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لائے تو بہتر ہے۔ گورنمنٹ پنجاب نے اس کے متعلق کوشش شروع کی اور مقام بیاس پر قرنطینہ قائم کردیا۔ تاکہ بیاس سے اُدھر کے مقامات سے آنے والوں کو وہاں رکھا جائے۔

قرنطینہ قائم ہونے کے بعد مرزا صاحب نے خواب شائع کیا۔ خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دیکھا کہ سیاہ بیج پنجاب کے گرد بویا گیا ہے۔ اور تعبیر یہ کی کہ یہ بیج طاعون ہے جو بویا گیا ہے۔ اسی برس یا اگلے برس پنجاب میں طاعون پھیل جائیگا ساتھ ہی اپنا مطلب بھی سیدھا کیا کہ طاعون محض میری مخالفت سے ہے اب بھی جو لوگ مجھ پر ایمان لائیں گے اس سے نجات پائیں گے۔

اگرچہ قدرت کو منظور تھا کہ پنجاب طاعون پھیلے تاہم چونکہ کاذب کا کذب ظاہر کرنا قدرت کو منظور تھا۔ اس لئے پنجاب میں طاعون نہ تو اُس برس پھیلا نہ اُس سے اگلے برس۔ بلکہ چار سال پنجاب محفوظ رہا۔ اس طرح مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی یاد رہوا ثابت ہوئی۔ چار سال کے بعد جب طاعون کے کیس ہونے لگے اور مرزا صاحب کو یقین ہوگیا کہ اب تو طاعون کا زور ہوگیا تو فوراً ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا۔ جسکا نام دافع البلا رکھا۔ اس رسالہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کرکے طاعون کا ذکر چھیڑا اور لکھدیا کہ طاعون مخالفین کو تباہ کریگا۔ اور لوگ کتوں کی موت مرینگے۔ مگر قادیاں طاعون سے محفوظ رہیگا۔ ساتھ ہی یہ خیال تھا کہ شائد قادیاں میں آپہونچے۔ اس لئے حاشیہ میں لکھدیا کہ شائد طاعون کا کوئی کیس قادیاں میں بھی ہوجائے۔ لیکن وہ افراتفری جو دیگر مقامات میں ہوگی وہ قادیاں میں نہیں ہوگی اور دوسرے مقامات میں تو کثرت ہوگی مگر قادیاں میں کثرت نہ ہوگی۔

یہ بھی لکھدیا کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لائے یا اب ایمان لے آویں وہ خواہ کسی مقام میں ہوں وہ قادیاں ہی میں متصور ہوں گے اور طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

مگر شان ایزدی کہ قادیاں محفوظ نہ رہا اور بلحاظ تناسب آبادی طاعون خوب زور شور سے پھیلا۔ اور مرزائی بھی اسکا شکار ہوئے۔ اب کیا کرتے۔ یہ عذر پیدا کرلیا کہ

طاعون مخالفین کے لئے ویسا ہی عذاب ہے جیسا جہاد کفار کے لئے۔ لیکن باوجود اس کے کہ جہاد کفار کے لئے تھا مگر پھر بھی مسلمان ضرور شہید ہوتے تھے۔ اسی طرح اگرچہ طاعون مخالفین کے لئے ہے۔ مگر مرزائیوں کا شہید ہونا لازمی ہے۔ جو مرزائی طاعون سے مرے وہ شہید ہے نہ اسکو غسل دو نہ کفن پہناؤ۔ جس طرح بول و براز میں لتھڑا ہو جن کپڑوں میں ہو اسی حالت میں دفن کر دو۔

کہتے ہیں کہ مرزائی جماعت میں بڑے بڑے لائق علماء و فضلاء موجود ہیں۔ مگر ان ضرورت سے زیادہ لائقوں میں سے کسی نے نہ سوچا کہ طاعون سے بچنے کے لئے مرزائیت اختیار کرائی جاتی تھی اس وقت یہ کیوں نہ کہدیا کہ مرزائی بھی مرینگے اور شہید ہونگے۔ اسوقت تو حصر کر دیا تھا کہ صرف مخالفین ہی اسکا شکار ہونگے۔ اور یہ بھی کسی ضرورت سے زیادہ عقلمند نے نہ سوچا کہ جہاد میں تو کفار اور مسلمان بالمقابل تلوار سے لڑا کرتے ہیں اور اسکا نتیجہ لازمی تھا کہ مقابل میں کوئی نہ کوئی مسلمان بھی شہید ہوتا۔ مگر یہاں خدائی تلوار بصورت طاعون مخالفین پر وار چلانے کے لئے تھی۔ اس سے کیوں یہ غلطی ہوئی کہ اپنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حالانکہ مقابلہ پر مسلمانوں کے ہاتھوں میں طاعون کی تلوار نہ تھی۔ اگر کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں میں طاعون کی تلوار ہوتی تو شائد ایک بھی مرزائی زندہ نہ رہتا۔ مرزا صاحب اگر یہ کہدیتے کہ کارکنان قضا و قدر میں غیر احمدی بھی ہیں اس لئے انہوں نے غیر احمدی انسانوں کی حمائت کے لئے طاعون کی تلوار اٹھائی اور مرزائیوں کو مارنا شروع کیا تو شائد اور کوئی مانتا یا نہ مانتا مگر مرزائی جماعت بڑے زور سے آمنا و صدقنا کہنے پر تیار ہو جاتی۔

آفرین ہے مرزائیوں پر۔ مرزا صاحب کیسی ہی بیہودہ بات اور اپنے لکھے ہوئے کے خلاف کیوں نہ کہیں یہ فوراً آمنا صدقنا کہنے کو تیار ہیں۔ کیوں نہو۔ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

اگرچہ مرزا صاحب اور حکیم صاحب کی تصریحات کے ہوتے ہوئے ایسی پیشگوئیوں کی کوئی ہستی نہیں۔ لیکن ہمنے دو پیشگوئیوں کا مختصر ذکر کر دیا۔ تاکہ کوئی پہلو تحقیق کا باقی نہ رہے۔

ایک مرزائی مسمی محمد حسین آفس قانونگو تحصیل ظفروال کے سامنے ایک دن بمقام

Marfat.com

ظفروال مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کا ذکر آیا تو انہوں نے جھنجھلا کر کہا کہ بڑا ظلم ہے۔ کہ کیوں صرف نکاح آسمانی اور آتھم اور بعض ایسی ہی پیشگوئیوں پر بحث کی جاتی ہے۔ باقی پیشگوئیوں کو زیر بحث کیوں نہیں لایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اور کوئی مرزائی اہل علم بھی ویسا ہی عذر پیش کرتا۔ اس لئے ہم نے مرزا صاحب اور حکیم صاحب کی تحریرات سے دکھا دیا کہ وبا۔ قحط۔ زلزلہ۔ جنگ۔ یعنی نیچر کے استمراری واقعات کی پیش گوئیاں درحقیقت پیش گوئیاں نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی پیشگوئیوں کو ہم زیر بحث نہیں لاتے۔

دوسرا۔ افسوس یہ لوگ نہیں جانتے۔ ایک شخص کی ہزار باتوں میں سے اگر ایک بھی جھوٹ ثابت ہو۔ تو ایسا شخص ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے۔ یہ علمی اصول ہے کہ جیسا ہم اسی سلسلہ مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ کلیہ نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ سالبہ جزئیہ ہوا کرتی ہے۔

دوسری قسم کی پیش گوئیوں کی بہت سی تحقیق ہو چکی۔ علماء اسلام نے بکثرت کتابیں لکھیں اور دلائل و براہین سے ثابت کر کے دکھایا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس لئے اگرچہ یہاں انکا اعادہ ایک تحصیل حاصل ہے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث میں بھی اگر زیادہ نہیں تو ایک دو پیشگوئیوں کی تنقید کر لی جائے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر اس مضمون میں کسی پیشگوئی کا ذکر نہ ہوگا تو اس مضمون کی تکمیل نہیں سمجھی جائیگی۔ دوسری وجہ یہ کہ اگر ہم صرف اس لئے ایسی پیشگوئیوں کو نظر انداز کریں کہ اس سے پہلے اس مبحث پر غیر مرزائی لٹریچر میں ضرورت سے زیادہ تحقیق موجود ہے۔ تو مرزائی جماعت کو حسب عادت یہ کہنے کا موقع ملجائیگا کہ پیشگوئیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اگر ہوسکتا تو ضرور ان کی تحقیق بھی کرتے۔ تیسری وجہ یہ کہ مرزائی گروہ کی عادت ہے اور یہ عادت مرزا صاحب کی تقلید میں ہے کہ مخالفین کے دلائل کا جواب نہیں لکھتے بلکہ جب بھی کچھ لکھیں گے تو گراموفون کا پلیٹ ثابت ہوں گے۔ یعنی وہی باتیں لکھیں گے جنکا رد لکھا جا چکا ہے۔ اگرچہ اسکا اصلی سبب صرف یہ ہے کہ مخالفین کے پیش کردہ دلائل دلائل قاطعہ ہیں انکا جواب ممکن ہی نہیں تاہم اگر کسی مرزائی کی غیرت تقاضا کرے اور شائد ہمارے مضمون کا جواب لکھنے کیلئے قلم اٹھا دی تو قسم دوم کی پیشگوئیاں ستثنے نہ رہ جائیں دنیا دیکھ لے کہ وہ کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اس لئے ہم ان پر نظر ڈال لیتے ہیں۔

آتھم کی پیشگوئی

یہ پیشگوئی تمام پیشگوئیوں سے زیادہ مشہور ہے۔ہم نے اسکو اس لئے مقدم رکھا ہے کہ مرزا صاحب اور اُن کی جماعت نے عموماً اپنی تحریرات میں اسی پیشگوئی کو مقدم رکھا۔

امرتسر میں مابین مرزا صاحب و مسٹر عبداللہ آتھم پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر عیسائی ایک مباحثہ ہوا تھا۔ یہ مباحثہ ۱۵ دن تک جاری رہا۔ آخری دن یعنی ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے اپنی آخری تقریر میں جسپر مباحثہ کا اختتام تھا۔ مندرجہ ذیل پیشگوئی کی۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔کہ اسی بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ بعدہ اسکو سخت ذلت پہونچیگی۔بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے۔اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اسوقت جب پیشگوئی ظہور میں آئیگی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے۔ اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے"

(جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸ و ۱۸۹)

اس پیشگوئی میں صرف یہ ظاہر کیا گیا تھا۔کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ مگر اس کی تشریح خود ہی مرزا صاحب نے ان الفاظ میں کی۔

"میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھکو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسا ڈالا جاوے مجھکو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلشانہ کی

قسم کھا کر کہتا ہوں - کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا - ضرور کرے گا - ضرور کریگا -
زمین آسمان ٹل جائیں - پر اس کی باتیں نہ ٹلینگی " (جنگ مقدس صفحہ مذکور)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ ہاویہ میں گرنے سے مراد ہے کہ بذریعہ موت جو ایک سزا ہے ہاویہ میں گرایا جائیگا - اس پیشگوئی میں امور مندرجہ ذیل غور طلب ہیں :-

(الف) کیا عاجز انسان کو خدا ماننے والا کوئی شخص واحد ہے یا کوئی جماعت -

(ب) ہاویہ کا صحیح مفہوم کیا ہے اور کیا شخص واحد یا جماعت کو سزائے موت ملی اور ہاویہ میں گرایا گیا / گرائی گئی

(ج) رجوع الی الحق کس کو کہتے ہیں -

(د) کیا اس شخص واحد یا جماعت نے رجوع الی الحق کیا -

(ھ) پیشگوئی کے وقت مقررہ پر کیا اندھے سوجاکھے ہوئے - کیا لنگڑے چلے - کیا بہرے سننے لگے -

(و) کیا سلطنت برطانیہ کے عہد میں ممکن تھا کہ بصورت کاذب ہونے کے مرزا صاحب کو ذلیل کیا جاتا - روسیاہ ہوتے انکے گلے میں رسا ڈالا جاتا اور وہ پھانسی دیئے جاتے -

(ی) اگر امور مندرجہ ضمن (د) ناممکن الوقوع ہیں تو مرزا صاحب کی اصلی غرض ان امور کے بیان کرنے سے کیا تھی -

اب ہم ناظرین کرام کو ہر ایک امر کے متعلق ضروری بحث کرکے صحیح نتیجہ پر پہنچانے کی کوشش کرینگے -

(الف) مرزا صاحب کی اپنی بیان کردہ تشریحات سے اس امر کے دونوں پہلو مساوی حیثیت رکھتے ہیں اور کوئی شخص خواہ مرزائی ہو یا غیر مرزائی دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا - کیونکہ دونوں پہلو خود مرزا صاحب کے بیان کردہ ہیں - اور مرزائی فریق میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے - ہاں مخالفین مرزا صاحب دونوں کو زیر بحث لا سکتے ہیں " اور مرزائیوں پر مطالبہ قائم کر سکتے ہیں - کیونکہ مرزا صاحب کی تحریر اُن کے متبعین پر حجت ہے - مرزا صاحب کہتے ہیں :-

" فریق سے مراد آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اس کی معاون تھی " (انوار الاسلام ص۲)

پیشگوئی کے عدم وقوع یا میعاد گزر جانے پر مرزا صاحب نے آتھم کے مقابلہ پر چند اشتہارات انعامی شائع کئے۔ جنمیں اسی قول کی تائید ہے بلکہ اُس میں پادری رائٹ صاحب کے فوت ہونے کو اسی پیشگوئی کا اثر بتایا۔ اس لئے کہ فریق سے مراد تمام عیسائی جو عبداللہ آتھم کی مدد کرتے تھے۔

اس کے خلاف مرزا صاحب بروئے کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ ڈاکٹر ہنری مارٹین کلارک مستغیث بنام مرزا غلام احمد مستغاث علیہ ۱۰۷ ضابطہ بتاریخ ۱۳ اگست ۱۸۹۷ء بیان کرتے ہیں کہ:۔

"عبداللہ آتھم کی بابت ہم نے شرطیہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر رجوع بحق نہ کریگا۔ تو مر جائیگا۔ عبداللہ آتھم صاحب کی درخواست پر پیشگوئی صرف انکے واسطے کی تھی۔ کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیشگوئی نہ تھی۔"

(کتاب البریت صفحہ ۱۷۳ مصنفہ مرزا صاحب)

اِن حوالہ جات کے ہوتے ہوئے۔ مرزائی فریق دونوں اموریں سے کوئی امر پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جو امر وہ پیش کریں اسکا رد دوسرا حوالہ بتا رہا ہے۔ چونکہ دونوں باتوں میں تعارض ہے اور حسب قاعدہ علمی اذا تعارضا تساقطا جب دو مختلف او متعارض پیش ہوں۔ تو دونوں ساقط ہوتے ہیں۔ مگر غیر مرزائی خواہ مسلمان ہوں۔ یا غیر مسلم کسی ایک امر کو بطور حجت پیش کر سکتے ہیں۔

چونکہ فریق سے وہ ساری جماعت (جو مباحثہ میں آتھم کی معاون تھی) مراد لینے میں مرزائی گروہ کا کسی قدر فائدہ ہے۔ اس لئے وہ اسی کو ترجیح دینے پر مائل ہیں۔ مرزائی لٹریچر میں تو نہیں ایک مرزائی دوست نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب نے عدالت میں جو بیان دیا وہ بحیثیت مستغاث علیہ کے تھا۔ اور ان کو حلف نہیں دیا گیا تھا اور نہ یہ بیان حلفی ہے۔ چنانچہ کتاب البریت کے صفحہ ۱۷۳ میں جہاں یہ بیان درج ہے۔ وہاں اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ "بیان مرزا غلام بلا حلف" اور یہ ظاہر ہے کہ مقدمہ میں اپنے بچاؤ کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس بیان کو ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا بے انصافی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس عذر کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ بیان حلفی ہو یا

بلا حلف اس سے بحث نہیں۔ مرزا صاحب کو دنیا میں ایک نبی۔ مسیح۔ مہدی۔ محمد۔ احمد۔ آدم۔ موسیٰ۔ نوح وغیرہ کی حیثیت میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اگر عدالت میں آکر اپنے بچاؤ کے لئے غلط بیان کرتے ہیں۔ تو بہرحال انکا کذب مسلم ہو گا۔ اور کاذب کو نبی و مسیح وغیرہ ماننا پرلے درجہ کی غلطی یا کچھ اور ہے۔ اگر مرزائی دوست اس شق کو اختیار کر لیں۔ تو معاملہ ہی طے ہے۔ پھر ان کی شخصیت پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

مخالفین مرزا صاحب چونکہ مختار ہیں اور قواعد مناظرہ کے مطابق وہ ہر ایک امر کو مرزائی گروہ کے مقابلہ میں پیش کرنے کے مجاز ہیں۔ اس لئے انہوں نے عدالتی بیان ہی کو پیش کیا۔ اور اسپر مرزائی فریق کوئی اعتراض کرنیکا حق نہیں رکھتا۔

(ب) ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے لفظ ھاویہ کی شرح خود ہی بوقت بیان کرنے پیشگوئی کے کر دی تھی۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اس شرح کو دوسرے مقامات پر بالکل صاف اور صریح لفظوں میں تسلیم کر لیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ:۔

فاذا بشرنی ربی بعد دعوتی بموته الی خمسة عشر اشهر من بعد خاتم البحث (کرامات الصادقین۔ فیروزی رنگ کا ٹائٹل آخری صفحہ)	پس جبکہ بشارت دی میرے رب نے میری دعا کے بعد اس کی موت کی۔ مباحثہ کے ختم ہونے کے دن سے پندرہ مہینوں تک"

اور سنئے! لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ آتھم کی موت کی جو پیشگوئی کی گئی تھی۔ جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم پندرہ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ تو موت سے بچ جائیں گے۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۱)

اور بھی سنئے! لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ ناظرین کو معلوم ہو گا کہ موت کی پیشگوئی اس کے حق میں کی گئی تھی۔ اور اس پیشگوئی کی پندرہ مہینے میعاد تھی" (تریاق القلوب صـ۵۷)

اور ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں کہ :-

"یاد رکھنا چاہئے کہ عبداللہ آتھم کی نسبت بھی موت کی پیشگوئی تھی"
(حقیقۃ الوحی ص۱۸۶)

اور بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں کہ :-

"پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینے میں نہیں مریگا" (کشتی نوح ص۹)

اور بھی سنئے ! کہتے ہیں کہ :-

"کیا پیشگوئی میں صاف اور صریح طور پر یہ شرط نہ تھی کہ حق کی طرف رجوع کرنے سے موت میں تاخیر ہوگی" (سراج المنیر ص۵)

رسالہ انجام آتھم کے پہلے صفحہ پر مرزا صاحب نے اپنے اشتہار معنونہ انوار الاسلام سے چند اقتباس درج کئے ہیں۔ وہ بھی اس ضمن سے تعلق رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

"اول۔ ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب (یعنی موت) اس وقت تک تھمی رہے۔ جب تک کہ وہ یعنی آتھم بے باکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے۔ (دیکھو انوار الاسلام ص۲)

دوم۔ وہ بڑا ہاویہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں کسی قدر (آتھم صاحب کو) مہلت دی گئی ہے۔ (یعنی تھوڑی سی مہلت کے بعد پھر موت آئیگی۔ (دیکھو انوار الاسلام ص۲)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ناظرین اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ لفظ ہاویہ کا صحیح مفہوم موت ہے۔ جسکو مرزا صاحب بوقت پیشگوئی بیان کر چکے تھے۔ اور اگر اس کے خلاف مرزا صاحب یا اُن کی جماعت کا کوئی آدمی اسکا دوسرا مفہوم بیان کرے۔ تو مرزا صاحب کی اپنی تصریحات کے بعد قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

اب اس ضمن کا دوسرا جزو غور طلب ہے۔ یعنی :-

"کیا شخص واحد کو موت میں یا ہاویہ میں گرایا گیا"

مرزا صاحب نے اس کے متعلق دو بیان شائع کئے ہیں۔ اول یہ کہ آتھم ہاویہ میں گرا۔

اور دوسرا یہ کہ شرط رجوع الی الحق سے اُس نے فائدہ اُٹھایا اور سزائے ہاویہ میں التوا واقع ہوا۔ اگرچہ دونوں بیان مرزا صاحب کے تمام دعاوی و بیانات کی طرح باہم متناقض ہیں۔ تاہم اس قابل ہیں کہ اُنپر غور کرلیا جائے تاکہ ہمارے مرزائی دوستوں کو یہ کہنے کا حق باقی نہ رہے کہ تمام پہلوؤں پر غور نہیں ہوا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

"اور توجہ سے یاد رکھنا چاہئے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پُورے کئے۔ اور جن مصائب میں اُس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامنگیر ہوگیا۔ اور ہول اور خوف نے اُس کے دل کو پکڑ لیا۔ یہی اصل ہاویہ تھا۔

(انوار الاسلام صفحہ ۵)

اور سُنئے! کیا کہتے ہیں:۔

"پس اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پُوری نکلی اور اسلام کی فتح ہوئی۔ اور عیسائیوں کو ذلت پہونچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بجگہ بھٹکتا نہ پھرتا۔ اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا۔ بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا تو بے شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دُور رہا" (انوار الاسلام صفحہ ۷)

مرزا صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ پیشگوئی سچّی نکلی اور آتھم کو سزا مل گئی اور وہ ہاویہ میں گرا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر سارا جھگڑا طے ہے۔ ناحق کیوں مرزا صاحب نے بڑے بڑے اشتہارات اور کتابیں شائع کرکے زور لگایا کہ رجوع الی الحق کی سبب سے پیشگوئی کے حکم میں التوا ہوگیا۔ حالانکہ اگر یہی صحیح تھا کہ ہاویہ میں گرنا صرف خوف اور پریشانی وغیرہ تھا۔ تو آتھم سو برس تک بھی نہ مرتا۔ مرزا صاحب کے متبعین بھی یہی راگ گاتے ہیں۔ کہ آتھم ضرور ہاویہ میں گرا۔

ملاحظہ ہو:۔

"غرضیکہ وہ (آتھم) پندرہ ماہ کے عرصہ میں سخت ہاویہ کے عذاب میں گرا رہا (سیرت مسیح موعود حاشیہ صفحہ ۲۵ مصنفہ مولوی عبد الکریم سیالکوٹی)

بات تو آسان تھی کہ آتھم ہاویہ میں گرا اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ مرزا صاحب خود اس کی تصریح کر چکے ہیں کہ پیشگوئی موت کی ہے اس میں مرزا صاحب نے موت کے خلاف معنی کر کے مزید الجھن میں اپنے آپکو پھنسایا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ آتھم ہاویہ میں گرا اور پیشگوئی پوری ہوگئی۔ تو ثابت ہوا کہ آتھم نے رجوع الی الحق نہیں کیا۔ اور اگر رجوع الی الحق کیا۔ تو پھر ہاویہ میں کیوں گرا۔ رجوع نے اُسے کیا فائدہ دیا؟ بہرحال آتھم تو کیا پریشان ہوتا۔ مرزا صاحب اس پیشگوئی کے متعلق خود ایسے پریشان ہوئے کہ زور لگاتے وقت انہیں یاد نہیں رہا۔ کہ وہ کیا کچھ کہہ چکے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں۔

چونکہ مرزا صاحب کی تصانیف میں زیادہ زور اسی بات پر ہے کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا۔ اس لئے سزائے موت میں تاخیر واقع ہوئی۔ تو لازم آیا کہ آتھم ہاویہ میں نہ گرا۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اسکی پریشانی اور ڈر اور خوف وغیرہ خود اُن کی پریشانی پر دال اور ناقابل اعتبار ہے۔

(ج) رجوع الی الحق اپنے مفہوم میں صاف ہے۔ مرزا صاحب نے جو الفاظ پیشگوئی کے وقت زبان سے نکالے اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ یہی فریق ہاویہ میں گرے گا۔ تو رجوع الی الحق سے یہ مراد ہونی چاہئے۔ کہ وہ سچ کو اختیار کرے اور مسیح کی الوہیت کے اعتقاد سے تائب ہو۔ مرزا صاحب کے اپنے اس فقرہ میں "عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے" سے یہ بھی ظاہر ہے کہ عمداً جھوٹ سے علیحدہ ہو۔ یہ امر زیادہ وضاحت نہیں چاہتا۔ بلکہ اپنے معنوں میں بالکل صاف ہے۔ اور کسی طرح کی پیچیدگی اس میں نہیں۔ جب مسٹر عبد اللہ آتھم تاریخ اختتام مباحثہ سے ٹھیک ۱۵ ماہ تک نہ مرے۔ اور جو تاریخ اُن کے مرنے کے لئے مقرر تھی (۵ ستمبر) اس سے اگلے دن آتھم مذکور بڑی شاندار جلوس کی سواری سے امرتسر میں گشت لگا رہے تھے

توچند یوم کے بعد مرزا صاحب نے یہ ظاہر کیا کہ چونکہ آتھم نے رجوع الی الحق کر لیا ہے۔ اس لئے وہ میعاد مقررہ کے اندر نہیں مرے۔ عیسائیوں کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ آتھم اپنے عقیدہ پر قائم ہے اور ہرگز ہرگز اس نے رجوع الی الاسلام (جو مرزائی اصطلاح میں رجوع الی الحق ہے) نہیں کیا۔ اس پر مرزا صاحب نے یکے بعد دیگرے کئی طولانی اشتہار شائع کئے۔ جن میں یہ ظاہر کیا کہ آتھم نے ضرور دل میں رجوع الی الحق کیا ہے۔ اگر وہ قسم کھا کر یہ کہدیں کہ میں نے دل میں رجوع الی الحق نہیں کیا۔ تو اُنکو انعام دونگا۔ ہر اشتہار میں انعام کی رقوم بڑھائی جاتی تھیں۔ عبداللہ آتھم کی طرف سے یہ عذر تھا کہ میرے مذہب میں قسم کھانے کی ممانعت ہے۔ اس کے متعلق تفصیل آئندہ ضمن میں ہوگی اس کے بعد مرزا صاحب نے مختلف اشتہارات اور تصانیف شائع کیں جنہیں رجوع الی الحق کا مفہوم بتایا ہے۔ کہ آتھم ایام پیشگوئی میں ڈرتا رہا۔ خوف کھاتا رہا شہر بشہر پھرتا رہا۔ اُسکو سانپ دکھائی دئیے۔ بندوقیں لیکر سوار دکھائی دئیے اس کے دل پر اس پیشگوئی کا ایسا اثر ہوا کہ بعد ختم مباحثہ اس نے اسلام کے خلاف ایک حرف بھی نہ لکھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب غور طلب صرف یہ امر ہے کہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مرزا صاحب کے ایسے بیانات بالکل صحیح ہیں تو کیا ڈرنا۔ شہر بشہر پھرنا۔ سانپوں کا نظر آنا وغیرہ وغیرہ کسی علمی قاعدہ سے رجوع الی الحق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر محض ڈرنا اور اپنی حفاظت کرنا رجوع الی الحق ہے۔ تو ماننا پڑیگا کہ مرزا صاحب آریہ ہو گئے تھے۔ جب پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل لاہور میں ہوا تو آریوں میں یہ رائے قائم ہوگئی تھی کہ یہ قتل مرزا قادیانی کی تحریک اور سازش سے ہوا اور بقول مرزا صاحب آریوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ مرزا صاحب بھی قتل کئے جاویں۔ وہ قتل کرتے یا نہ کرتے مگر مرزا صاحب پر اتنا خوف طاری ہوا۔ کہ باوجودیکہ بقول اُن کے خدا نے اُنہیں الہام کیا ہوا ہے کہ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ تمکو لوگوں سے بچائیگا) گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں درخواست کی کہ میری حفاظت کی جائے۔ مبادا میں آریوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں۔ کیا مرزائی جماعت یہاں بھی اس خوف کو مرزا صاحب کے

رجوع پر محمول کرنے کے لئے تیار رہے۔

اس مختصر بحث سے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے رجوع الی الحق کا مفہوم جو بیان کیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ در اصل رجوع اس کو کہتے ہیں کہ جس عقیدہ پر انسان ہو اس سے منحرف ہو کر فریق ثانی کے عقیدہ کو اپنا عقیدہ بنالیوے۔

(د) مرزا صاحب کا بیان ہے کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا۔ اور اسی رجوع الی الحق کے سبب سے وہ موت اور عذاب ہاویہ سے بچگیا۔ لیکن رجوع الی الحق کا جو مفہوم ضمن ب ج میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے مطابق نہ تو آتھم نے زبانی اقرار کیا نہ عیسائیت سے تائب ہوئے نہ اسلام قبول کیا۔ اس لئے کوئی عقلمند یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا۔ پیشگوئی کی میعاد جب ختم ہوگئی اور آتھم کی سواری شان و شوکت سے امرتسر میں نکلی اور شہر میں انہوں نے گشت کی اور عیسائیوں نے بے حد خوشی منائی۔ تو مرزائی جماعت اُس وقت سخت پریشان ہوئی اور ایسی نادم ہوئی کہ کسی کو منہ نہیں دکھاتی تھی۔ مالیر کوٹلہ کے ایک رئیس جو مرزا صاحب کے خادم اور سچے خادم ہیں انہوں نے اپنی پریشانی اور پیشگوئی کے عدم وقوع کا رونا اپنے دو خطوں میں ظاہر کیا۔ ان میں سے ایک چٹھی مرزا صاحب کے نام بھیجی گئی اور دوسری حکیم نورالدین صاحب کے نام۔ ہم ناظرین کے مطالعہ کے لئے اُن دونوں خطوں کو یہاں درج کرتے ہیں۔

ان دونو خطوں کی نقل مجھ کو مولوی ثناء اللہ صاحب سے ملی تھی۔ انکو مالیر کوٹلہ میں کسی معتبر آدمی نے دی تھی۔ میں نے ان دونو خطوں کو رسالہ تقلیع ہفوات الاربعین میں مدت ہوئی شائع کیا تھا۔ چونکہ کاتب خط نواب محمد علیخاں صاحب نے ان خطوط کے انکار نہیں کیا۔ اور انکو دوبارہ شائع ہوئے بھی چار برس گذر گئے۔ اس لئے اب ان خطوط پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہو سکتا۔

پہلا خط بنام مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم بحضور مولانا مکرم سلمکم اللہ تعالے السلام علیکم۔ آج ۶ ستمبر ہے۔ اور پیشگوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیشگوئی کے الفاظ کچھ بھی ہوں

لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی وہ یہ ہے :-

"میں اسوقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی تو وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے ۔ وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ ۔ بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں ۔ مجھکو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے ۔ میرے گلے میں رسہ ڈالدیا جاوے مجھکو پھانسی دیا جاوے ۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں ۔ اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا ۔ ضرور کریگا ضرور کریگا ۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے پر اس کی باتیں نہ ٹلینگی"۔

اب کیا پیشگوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی ؟ نہیں ہرگز نہیں عبداللہ آتھم اتبک صحیح وسالم موجود ہے ۔ اسکو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا اگر یہ سمجھو کہ پیشگوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی ۔ جیسا کہ مرزا خدابخش صاحب نے لکھا ہے ۔ اور ظاہری معنے جو سمجھے گئے تھے ۔ وہ ٹھیک نہ تھے اول تو کوئی ایسی بات نظر نہ آتی ۔ کہ جس کا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو ۔ دوسرے پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں "اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے ۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے ۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنے فی دن ایک ماہ لیکر یعنے ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا ۔ اور اس کو سخت ذلت پہونچیگی ۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے ۔ اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی ۔ اور اس وقت جب کہ پیشگوئی ظہور میں آویگی ۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے ۔ بعض بہرے سننے لگینگے ۔ پس اس پیشگوئی میں ہاویہ کے معنے اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لیجائے ۔ تو بیشک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی اور عیسائی مذہب سچا ۔ جو خوشی اسوقت

ملے راقم خط کی غلطی ہے کہ وہ پیشگوئی کے غلط نکلنے کو عیسائی مذہب کی صداقت پر محمول کرتے ہیں ۔ ہاں یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کاذب ٹھیرے ۔ (ناخلف)

عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں؟ اگر اس پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے۔ کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور ذلت اور سچے کو عزت ہوگی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے۔ تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے۔ کہ ہر پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیشگوئی میں تفاول کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مرگیا تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیشگوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اُحد میں فتح کی بشارت دیگئی تھی۔ آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیشگوئی نہ تھی۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی۔ اور آخر پھر جب جمع ہو گئے تو فتح ہوگئی۔ کیا کوئی ایسی نظیر ہے۔ کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسی صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹھیرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھکو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن الحمدللہ کہ جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آپکے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرماویں۔ کہ جس سے تشفی کلی ہو۔ باقی جیسا کہ لوگوں نے پہلے

۱؎ راقم خط غلط کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک تو مرزا صاحب کاذب ہی تھے اس پیشگوئی کے غلط ہونے سے انکو خوشی ہوئی کہ انکا خیال صحیح نکلا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جماعت مرزائیہ کو خوشی حاصل نہ ہوئی بلکہ جیسا کہ راقم خط خود اقرار کر چکے ہیں جماعتِ مرزائیہ کو سخت ذلت اور رسوائی کا سامنا ہوا۔ (داغگر)

۲؎ مسلمانوں کو نہیں بلکہ جماعت مرزائیہ کو۔ (داغگر)

۳؎ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اعجاز مسیحی ہے شاید اندھوں کا سوجاکھا ہونے اور لنگڑوں کے چلنے اور بہروں کے سننے کا مفہوم یہی ہے (داغگر)

۴؎ واللہ اعلم۔ مرزا صاحب کی صاحبزادی سے راقم خط کا نکاح اس تحریر کے بعد ہوا یا پہلے۔ اگر اس خط کے بعد ہوا تو واقعی زخم کیلئے اچھا مرہم عنایت ہوا مبارک' (داغگر)

ہی مشہور کیا تھا۔ کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہدیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں ورنہ آپنے مجھکو ہلاک کر دیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ[1] دکھائیں۔ مَیں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں" (راقم محمد علی خان)

دوسرا خط بنام حکیم نورالدین

"بسم اللہ الرحمن الرحیم! حضرت مولانا مکرم و معظم سلمکم اللہ تعالے السلام علیکم! خطوط کا جواب معلوم نہیں کیوں نہیں دیا جاتا۔ شاید عدیم الفرصتی یا خاکسار کی طرف کم توجہی خیر مضے ما مضے۔ اب تو جواب عنایت ہو۔ یہ خط مَیں نہایت ضروری لکھتا ہوں۔ اس کا جواب براہ عنایت بہت جلد عنایت ہو۔ وہ بات یہ ہی عبداللہ آتھم کے بارہ میں جو پیشگوئی کیگئی تھی۔ اس کا وقوع حسب مراد نہ ہوا مرزا خدا بخش صاحب کے خطوط سے معلوم ہوا کہ پیشگوئی اپنے الفاظ الہام کے بموجب پوری ہو گئی ہے۔ لیکن جو بات سمجھی گئی تھی یعنے موت عبداللہ آتھم وہ منشائے الہام نہ تھا۔ الہام کے لفظ یہ ہیں "اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنے فی دن ایک ماہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس کو سخت ذلت پہونچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عظمت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آویگی بعض اندھے سوجا کھے ہو جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سُننے لگیں گے۔ اور مرزا صاحب نے جو اپنے الہام کی تشریح کی ہے۔ وہ یہ ہے "مَیں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے۔ تو مَیں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسّا

---

[1] لوگوں کو منہ دکھانے کی پرواہ نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ (انعکم)

Marfat.com

ڈالا جاوے۔ مجھکو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کریگا اور ضرور کریگا۔ زمین و آسمان ٹلجائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلینگی"

اب جناب غور فرماویں کہ ادہر تو مرزا صاحب نے موکد بقسم فرمایا ہے کہ عبداللہ آتھم بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ جو ایسا نہیں ہؤا۔ ادہر مرزا خدا بخش کا یہ لکھنا کہ یہ پیشگوئی اپنے الفاظ کی رو سے پوری ہوگئی۔

پس پیشگوئی کے الفاظ سے مندرجہ ذیل امور پائے جاتے ہیں۔ (۱) عیسائیت سچی (بشرطیکہ الہام صحیح ہو) کیونکہ فریق مغلوب کو ذلت و رسوائی اور موت ہے۔ (خیر ہم ذلت و رسوائی کو موت لے لیں) تو اب غور فرمانا چاہیئے کہ ذلت و رسوائی مسلمانوں کو ہوئی یا عیسائیوں کو؟ (۲) اگر خیال کریں کہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں "جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے الخ" تو اس سے کم سے کم یہ تو ضرور ہوگا کہ عبداللہ آتھم کی مباحثہ میں تسلی نہیں ہوئی۔ اور اسپر حقیقت اسلام نہیں کھلی۔ اس لئے اس لئے عمداً جھوٹ کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ عیسائیت کو سچا سمجھتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے (۳) یہ کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ جھوٹا، الہام غلط اور کم سے کم مرزا صاحب جلد باز ہیں۔ کہ الہام کا مفہوم ابھی پورا سمجھے نہیں اور اس کا اشتہار دیدیا جو شان ایمان سے بعید ہے۔ تو مسیحائی اور مجددی کا دعوےٰ بڑی بات ہے ان امور بالا سے سوا میرے خیال میں تو اور بات نہیں آتی۔ اگر کم سے کم بجائے موت کے عبداللہ آتھم کو کسی قسم کی ذلت وغیرہ ہی ہو تو بھی یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ ذلت و رسوائی ہی ہاویہ ہے۔ اب نہ تو گونگے شنوا ہوئے نہ لنگڑے چلنے لگے۔ ہاں یہ ضرور ہے اگر مرزا صاحب کو مخالف خیال کیا جائے تو بیشک یہ ہؤا کہ لوگ خبردار رہو گئے۔ بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ جب پیشگوئی ٹھیک نہ نکلی تو کہدیا جاوے کہ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوگئی لڑکے والی پیشگوئی میں کہا گیا کہ بطور تفاول بشیر نام رکھا گیا تھا۔ دراصل

Marfat.com

مقصود الہام یہ لڑکا نہ تھا۔ اب اس امر کی پیشگوئی میں تو حد ہی ہوگئی۔ اب تو ہماری جماعت منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ مجھکو تو اب اسلام پر شک پڑنے شروع ہوگئے۔ گو کہ الحمد للہ ابتک جہانتک سوچتا ہوں اسلام ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کے بارہ میں تو شبہ بہت ہوگیا۔ نہ معلوم اب آپکی کیا رائے ہے۔ برائے خدا مجھکو اس رنج سے نجات دیجئے۔ کوئی ایسی مرہم اس زخم کیلئے تجویز فرمایئے کہ تسکین ہو۔ جناب جلد تحریر فرما دیں کہ اب ہمکو کیا کرنا چاہیئے اور اب وہ کون سے دلائل و قرائن ہیں کہ جن سے ہم مرزا صاحب کے بدستور معتقد رہ سکتے ہیں۔ اگر الہام موکد بقسم نہ ہوتا۔ تو اور بات تھی۔ اور ایسے فرقہ مخالف اسلام کے مقابل نہ ہوتا۔ تو بھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ جب ایسے شدید موقع میں ہم کو ایسے طرح شکست ہوئی۔ تو ہمارے پاس کوئی تاویل نہیں کہ جس سے اپنے دل افسردہ کو تسکین دے سکیں۔ جناب سے محض استفادہ پوچھتا ہوں۔ جناب بحسب صفا اور مفصل اس معاملہ میں تحریر فرما دیں۔ (۹ ستمبر ۱۸۹۴ء) راقم محمد علیخان"

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو جب قادیاں میں عبداللہ آتھم کے زندہ موجود ہونے کی خبر پہونچی۔ مرزا صاحب نے اپنی جماعت میں یہ عذر پیش کیا کہ موت الہام کے الفاظ میں نہ تھی۔ بلکہ مرزا صاحب نے ہاویہ سے موت سمجھ لی اور سمجھہ میں غلطی ہوئی۔ چنانچہ دونوں خطوں میں راقم خطوط نے اسکو ظاہر کیا ہے مگر جیسا کہ راقم خطوط نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو مخالفین پہلے ہی سے کہتے تھے۔ کہ یہ عذر تراشا جائے گا۔ کہ مفہوم الہام کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ اس طرح بھی مخالفین ہی سچے ثابت ہوئے۔ اس عذر میں نقص دیکھکر پھر اور کچھہ سوجھا۔ وہ یہ کہ الہام میں رجوع الی الحق کیا۔ اس لئے وہ نہیں مرا۔ ممکن ہے کہ راقم خطوط کی اس سے تسلی ہوگئی ہو۔ لیکن کوئی عقلمند اس عذر کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔

مرزا صاحب کا دعوے ہے کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا۔ آتھم اس سے منکر تھا مرزا صاحب نے اپنے دعوے کا ثبوت دیا۔ سنئے!

پہلے تو اشتہار پر اشتہار شائع کئے جن میں آتھم سے مطالبہ تھا کہ وہ قسم کھا کر بیان کریں کہ انہوں نے رجوع الی الحق نہیں کیا چونکہ یہ قسم جھوٹی ہوگی اس لئے آتھم مرجاویگا۔ اس پر انعام بھی مقرر کئے کہ اگر آتھم قسم کھاوے تو میں انعام دونگا۔ ہر ایک اشتہار میں انعام کی رقم میں اضافہ کردیا جاتا تھا۔

سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے فائدے کیلئے آتھم سے کس حیثیت میں قسم لینا چاہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ بحیثیت گواہ قسم چاہتا ہوں اس پر سوال یہ ہے کہ گواہ کو حلف اس صورت میں اٹھانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے جبکہ کوئی حاکم یا قاضی یا صاحب اختیار شخص کے روبرو مقدمہ پیش ہو حالانکہ مقدمہ کسی عدالت میں پیش ہی نہ تھا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ ایک منکر اسلام کو جو اپنے کفر کا اقراری ہو قسم دینا کسی شرعی دلیل یا قانونی قاعدہ سے جائز ہی کب ہے۔

آتھم نے اس کا جواب یہ دیا کہ میرے مذہب میں قسم کھانے کی ممانعت ہے۔ اسلئے میں قسم نہیں کھاتا جواب دیا گیا کہ عیسائی عدالتوں میں برابر قسمیں کھا کر بیان دیتے ہیں۔ تو اسکے جواب میں آتھم نے کہا کہ عدالت مجبور کرے تو قسم کھائی جاسکتی ہے مجھے بھی عدالت میں بلواؤ میں بھی وہاں قسم کھالونگا۔ مگر جس انسان کے دماغ میں خداوندکریم نے عقل کا کچھ بھی مادہ رکھا ہے۔ اس کے نزدیک یہ سارا جھگڑا فضول ہے۔ رجوع الی الحق اصل مفہوم ہی جب مفقود ہے۔ تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ قسم ایجاد ہے قسم تو آتھم نے نہ کھائی۔ اب مرزا صاحب کا استدلال سنئے جس سے وہ اس کے رجوع الی الحق کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ :۔

> "بھلا تم میں سے کوئی تو ثابت کرکے دکھلادے کہ آتھم پیشگوئی کی میعاد میں اپنی پہلی عادات پر قائم اور مستقیم رہا۔ اور پیشگوئی کی دہشت نے اس کو مبہوت نہ کیا۔ اگر کوئی ثابت کرسکتا ہے۔ تو کرے ہم قبول کرنے کو تیار ہیں۔ ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین
>
> کیا یہ رجوع نہیں تھا۔ کہ نہ صرف آتھم بدزبانی سے باز آیا بلکہ پیشگوئی کی تمام میعاد پندرہ مہینے تک ڈرتا رہا۔ اور بیقراری اور خوف کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر تھے اور اس کو کسی جگہ آرام نہ تھا۔" (تریاق القلوب صدا)

اور سنئے! لکھتے ہیں :۔

"پہلے دن سے الہام میں یہ شرط تھی کہ اگر اس کا دل اسلامی حقانیت کیطرف رجوع کریگا اور اس کی عظمت کو قبول کریگا تو موت سے بچ جائیگا۔ اور اس کا میعاد کے اندر موت سے بچنا انصافاً اس تنقیح کو چاہتا تھا۔ کہ کیا اس نے شرط پر عمل تو نہیں کیا؟ اور اس نے اپنے اقوال سے اور افعال سے جسقدر خوف ظاہر کیا تھا کم سے کم اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا تھا۔ کہ وہ اسلامی عظمت سے ضرور ڈرا ہے"

(کتاب البریت ص۳۵)

یہ مضمون مرزا صاحب کی تصانیف میں عموماً پایا جاتا ہے۔ اس لئے بغرض اختصار صرف دو حوالے نقل کئے گئے۔

یہ امر غور طلب ہے۔ اور ان مرزائیوں کو زیادہ تر اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جو یا تو وکیل ہیں یا عدالت کے کسی عہدہ پر ممتاز ہیں۔ کہ دعوے تو کریں مرزا صاحب کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا۔ اور اس کے انکار کا ثبوت لوگوں سے مانگیں۔ بار ثبوت کے قواعد جو ہر وقت ان کے پیش نظر رہتے ہیں ان کو مدنظر رکھکر اس کا فیصلہ دیکھیں۔ کہ انکا ضمیر کیا کچھ دیتا ہے۔

فرض کرو کہ ایک مقدمہ بعدالت عبدالرحمن صاحب احمدی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پیش ہے۔ اور مدعا علیہ یا ملزم کی طرف سے چودہری نصر اللہ خان یا چودہری ظفر اللہ خاں پیروکار ہیں مستغیث یا مدعی بیان کرتا ہے کہ ملزم نے فلاں فعل کیا۔ اور فریق ثانی اس فعل سے منکر ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ بار ثبوت کس پر ہے اگر وکیل مستغیث یہ کہے کہ ملزم ثابت کرے کہ اس نے ایسا فعل نہیں کیا تھا۔ تو کیا چودہری صاحبان جو مرزا صاحب کے پیرو ہیں مان لینگے کہ اچھا ہم ثابت کریں گے۔ کیا یہی احمدی عدالت تسلیم کریگی۔ کہ ملزم اپنے انکار کو ثابت کرے؟ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو یقیناً مرزا صاحب کا خیال صحیح ہے اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو بتایئے مرزا صاحب کہانتک غلط چال چل رہے ہیں یا دہوکا دے رہے ہیں۔ اس کو جانے دیجئے۔ مرزا صاحب نے جن امور سے رجوع ثابت کرنا چاہا وہ صرف یہ ہیں کہ آتھم ڈرتا رہا۔ دل میں خوف کرتا رہا۔ شہر بشہر پھرتا رہا۔ وجہ استدلال یہ بتایا گیا کہ پیشگوئی میں شرط تھی۔ کہ اگر اس کا دل اسلامی حقانیت کی طرف رجوع کریگا اور اس کی عظمت کو قبول کریگا تو موت سے بچ جائیگا۔ مرزا صاحب نے اسمیں صریح کذب بیانی کی ہے۔ کیونکہ پیشگوئی کے الفاظ سے ہرگز یہ نہیں پایا جاتا کہ آتھم

Marfat.com

دل میں اسلامی صداقت کی طرف رجوع کریگا۔ تو بچ جائیگا۔ بلکہ وہاں تو صرف اتنا ہے کہ "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے"

حق کیا ہے؟ مرزا صاحب خود اپنے الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ رجوع صرف اسی صورت میں ہوگا جبکہ وہ جھوٹ کو چھوڑے۔ سچے خدا کو مانے۔ عاجز انسان کی الوہیت کے عقیدہ سے تائب ہو۔ مگر اب مرزا صاحب کو یہ حق کہاں سے پیدا ہو گیا۔ کہ اپنے کلام میں مجرمانہ تحریف کریں۔ مرزا صاحب بڑی بے باکی سے کہتے ہیں کہ:۔

"رجوع کا لفظ جو شرط میں داخل ہے ایک دل کا فعل تھا۔ جو اسی وقت شروع ہو گیا تھا۔ کھلے کھلے اسلام کا شرط میں کہاں لفظ ہے" (سراج منیر صفحہ)

اگر مرزا صاحب کی روش اختیار کی جاوے تو ہم کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم سوال کریں کہ دل میں خوف کھانے کا لفظ کہاں شرط میں ہے۔ بات یہ ہے کہ پیشگوئی کے الفاظ میں نہ تو کھلم کھلے اسلام کا لفظ نہ دل میں ڈرنے کا۔ مگر عبارت کیا فیصلہ دیتی ہے۔ یہ بتاؤ کہ رجوع اپنے پہلے اعتقاد کے ترک کا نام ہے یا نہیں۔ تو بتاؤ۔ کہ آتھم کیا کھلم کھلا عیسائی تھا۔ یا دل میں عیسائیت اور ظاہر میں کچھ اور مذہب تھا۔ رجوع ٹھیک اسکا عکس ہوگا۔ جب وہ علی الاعلان مسیح کو خدا مان رہا تھا تو رجوع اسی صورت میں واجب التسلیم ہوگا۔ جبکہ علی الاعلان ہو۔ چونکہ علی الاعلان نہیں۔ اس لئے رجوع نہیں۔ یہ فقط ایک ابلہ فریبی ہے۔ بلکہ آتھم کا اسلامی صداقت سے صاف لفظوں میں انکار کرنا بمقابلہ دل کے فعل (اگر ایسا ہو) زیادہ قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ حکم ظاہر پر نہ باطن پر۔ یہ امر کہ آتھم دل میں ڈرا وغیرہ وغیرہ۔ اگر صحیح مان لیا جاوے تو اس سے رجوع کسی طرح لازم نہیں آتا۔ اگر اس خیال سے ایک مخالف جسکو وہ کاذب جانتا ہے۔ اپنی جھوٹی پیشگوئی (جھوٹے الہام) کے ثابت کرنے کے لئے مبادا کوئی حملہ کرادے۔ اس خیال سے وہ حفظ ماتقدم کے لئے اپنی حفاظت کی تدابیر اختیار کرے۔ دوسرے شہر میں اگر اس لئے جاوے کہ مخالف کو میرا پتہ ہی معلوم نہ رہے۔ تو اس میں کہاں کا رجوع ہوگا۔ خود مرزا صاحب نے جبکہ پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل کے بعد ہندوؤں کی طرف سے

خوف ہوا تو گورنمنٹ سے حفاظت کی درخواست کی بجائیکہ مرزا صاحب خدا کی طرف سے الہام ظاہر کر چکے تھے کہ واللہ یعصمک من النّاس ۔ اللہ تمکو لوگوں سے محفوظ رکھیگا تو آتھم نے اگر اپنی حفاظت کا اہتمام کیا ۔ باوجودیکہ خدا کی طرف سے اُسے حفاظت کا وعدہ بھی نہ تھا ۔ تو مرزا صاحب کا رجوع بطرف ویدک دہرم کیوں نہ مانا جاوے ۔ اگر آتھم کا فعل بغرض حفاظت رجوع الی الحق ہوگا ۔ تو مرزا صاحب کا رجوع الی الباطل بدرجہ اولےٰ ماننا پڑیگا ۔

مرزا صاحب کی یہ مثال یہ ہے " کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا " ایک مرید شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند امرتسر کہیں کچہری سے آتے ہوئے آتھم کی کوٹھی پر پہونچے وہاں جو گفتگو ہوئی وہ اس نے تحریر کرکے مرزا صاحب کو پہونچادی ؛ وہ یہ ہے :-

لا تکتموا الشّھادۃ

" میں ایک دفعہ کچہری سے آرہا تھا کہ مسٹر آتھم اپنی بغیچی صاف کرا رہا تھا ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کرا رہے ہو ۔ اس نے کہا کہ صفائی کرا رہا ہوں ۔ مبادا کوئی سانپ ہمیں ڈس جائے تو تم کہنے لگو ۔ پیشگوئی سچی ہوگئی ۔

العبد شیخ نور احمد مالک ریاض ہند پریس امرتسر "

اول تو یہ ایک استہزاء تھا جو نور احمد سے کیا گیا ۔ اور اگر استہزاء نہ بھی سمجھا جاوے تو بھی اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ آتھم کے کلام سے صاف طور پر پایا جاتا ہے ۔ کہ اس کے دل میں پیشگوئی کی تو کوئی وقعت نہ تھی ۔ ہاں وہ اپنی حفاظت محض اسلئے کر رہا تھا کہ کوئی اتفاقی واردات اگر ہوگئی تو مرزا صاحب فوراً اپنی پیشگوئی کی صداقت پر محمول کر لینگے ۔ بتائیے اس سے کونسا رجوع ثابت ہوا ؟ مگر مرزا صاحب ہیں کہ اس کو بھی اپنا معجزہ بتا رہے ہیں ۔

مرزا صاحب نے ایک اور لطیف ثبوت رجوع الی الحق کا پیش کیا ہے ۔ وہ کیا سنئے ! کہتے ہیں کہ :-

" آتھم کو اس رجوع اور خوف کا فائدہ دیا گیا ۔ جو اس کے ظہور میں آیا ۔ جیسا کہ الہامی شرط تھی اور پیشگوئی کا ایک جزو تھا ۔ اور یہ رجوع پیشگوئی کو سنتے ہی اس میں پیدا ہو گیا تھا ۔ کیونکہ وہ اسلامی مرتد تھا اور یسوع کی ماں کے بارے میں

خود ہمیشہ کھٹکے میں رہتا تھا۔ اور تاویلیں کیا کرتا تھا۔ اور مجھ پر ابتداء سے اُسے نیک ظن تھا۔ کیونکہ وہ اس ضلع میں رہ کر میرے ابتدائی حالات سے خوب واقف تھا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ مجھے جھوٹا سمجھتا۔ اسی وجہ سے پیشگوئی کے سنانے کے وقت اسکا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ اور اس کی حالت متغیر ہو گئی تھی۔ اور جب میں نے کہا کہ تم نے اپنی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا ہے۔ یہ اس کی سزا ہے جو تم کو ملیگی۔ تو اس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اور دونوں ہاتھ اس نے اپنے کانوں پر رکھے۔ گویا اُس وقت وہ توبہ کر رہا تھا۔ میرے خیال میں ہے کہ اس وقت ستر آدمی کے قریب اس جلسے میں نصاری ہونگے۔ غرض اس کا رجوع نہ دیر کے بعد بلکہ اُسی دم سے شروع ہو گیا تھا۔ اور اخیر میعاد تک اس نے دیوانوں کی طرح دنوں کو بسر کیا۔" (سراج منیر ص)

رسالہ کشتی نوح میں لکھتے ہیں کہ:-

"اُس نے عین جلسۂ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور پیشگوئی کی بنا یہی تھی۔ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا۔" (کشتی نوح ص)

مرزا صاحب نے ان فقرات میں دو کذب بیانیاں کی ہیں۔ اول یہ کہ پیشگوئی کی بناء صرف یہ تھی۔ کہ آتھم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس و اطہر میں لفظ دجال (نعوذ باللہ) استعمال کیا تھا۔ آتھم نے اگر ایسا کیا تو جو جرم اس سے سرزد ہوا ہے۔ اس کا خمیازہ وہ یقیناً بھگت رہا ہوگا۔ مگر پیشگوئی کے کسی لفظ سے یہ ہرگز نہیں پایا جاتا۔ کہ اس کی بناء آتھم کی اس بدزبانی پر تھی۔ بلکہ پیشگوئی کی بناء صرف یہ تھی کہ آتھم جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا سمجھے ہوئے ہے۔ دوسری کذب بیانی یہ ہے کہ مجلس مناظرہ ہی میں آتھم نے رجوع کیا۔ اور اس کا رجوع اُسی وقت شروع ہو گیا۔ اور آتھم کا رنگ زرد ہو گیا۔ حالت متغیر ہو گئی۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا مرزا صاحب کو اس بات کا علم تھا کہ آتھم کا رجوع ابھی سے شروع ہو گیا۔ اگر علم تھا تو اس کا نتیجہ بھی مرزا صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اب آتھم نہیں مریگا۔ اور اس رجوع کا فائدہ اُسے ضرور ملیگا۔

Marfat.com

وگر معلوم نہیں تو مرزا صاحب کی الہامی قابلیت معدوم ہوتی ہے اور اگر معلوم تھا تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کی شام تک آتھم کی موت کے منتظر تھے۔ بلکہ جب قمری حساب سے پندرہ مہینے گذر گئے۔ تو مجھ یاد پڑتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "قمری حساب مسلمانوں کا حساب ہے۔ اور قرآن شریف اسی حساب کو مستند بناتا ہے پس اس حساب سے پندرہ مہینے گذر گئے۔ اور آتھم نہیں مرا" تو اوس وقت یہ جواب دیا گیا کہ چونکہ آتھم عیسائی ہے اور عیسائیوں کے نزدیک شمسی حساب معتبر ہے۔ اس لئے شمسی حساب سے ۵ ستمبر تک پیشگوئی کی میعاد ہے۔

کہا جاتا کہ ۵ ستمبر کا سورج بلا آتھم کی موت کے غروب ہی نہیں ہوسکتا۔ چونکہ آتھم کی نسبت اُن دنوں کسی کو علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے اس لئے مرزائی جماعت بجائے خود یہ یقین کئے بیٹھی تھی۔ کہ آتھم ضرور مرگیا ہوا ہے۔ سیالکوٹ میں ایک بڑے جلسے کی تیاری ہورہی تھی۔ جو ۵ ستمبر کے بعد آتھم کے مرنے کی خوشی میں کیا جانے والا تھا۔ اور مرزا صاحب خود بھی رات دن تضرع وزاری سے دعائیں مانگتے تھے۔ اور جماعت کو تاکیدی حکم تھا کہ دعائیں مانگو کہ خدا ہماری عزت رکھے۔ مگر آخر آتھم زندہ رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتھم نے کوئی رجوع جلسۂ مناظرہ میں نہیں کیا۔ نہ پندرہ ماہ میں کسی وقت اس نے رجوع کیا۔ بلکہ مرزا صاحب نے ناکامی کے بعد اپنی جماعت کے زخم کے لئے حسب درخواست محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ یہ مرہم تجویز کیا۔

یہ امر کہ عبداللہ آتھم مرزا صاحب کے حالات سے واقف تھا اور وہ مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں سمجھتا تھا۔ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔ اوّل تو جن دنوں میں آتھم ضلع سیالکوٹ کی عدالت میں تھا۔ مرزا صاحب سیالکوٹ کی کچہری میں بمشاہرہ ۱۵ روپیہ ماہوار محرر تھے۔ تو ایک اعلیٰ افسر کی نگاہ میں ایک محرر کی کیا عزت و وقعت ہوسکتی ہے۔ دوسرا اگر وہ مرزا صاحب کو سچا سمجھتا تو کتاب خلاصہ مباحثہ میں (جو اس نے بعد مناظرہ کے لکھی ہے) مرزا صاحب کی تکذیب نہ کرتا۔ اس کتاب میں آتھم نے مرزا صاحب کو نہایت ہی مہذبانہ پیرایہ میں دجّال بنایا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ:۔

"معجزات ایسے شخص (مرزا صاحب) کے محض ایمان ہی ہیں۔ یعنی ایمان" (خلاصہ مباحثہ ص)

کہا جاتا ہے کہ پیشگوئی سننے کے بعد آتھم نے ایک لفظ بھی خلاف اسلام نہیں لکھا مگر یہ بھی مرزا صاحب کا مذہب بیانیوں کا ایک تتمہ ہے۔ یہی کتاب خلاف مباحثہ آتھم نے ایام میعاد پیشگوئی میں لکھی۔ اس میں عاجز انسان کو خدا سمجھنے کے عقیدہ پر زور دیا۔ اور توحید محض کا رد کیا۔ جو مخالف رجوع ہے۔

اس ساری بحث سے ناظرین اس نتیجہ پر پہونچ گئے ہونگے کہ آتھم نے ہرگز رجوع نہیں کیا۔ یہ مرزا صاحب کی ابلہ فریبی اور اپنی جماعت کی دلجوئی اور تسلی ہے اور بس۔

(ھ) مباحثہ سے قبل کے وقت مرزا صاحب نے ہنوز کھلم کھلا نبوت کا دعوے نہیں کیا تھا۔ بلکہ صرف مثیل مسیح ہونے کے مدعی تھے۔ عیسائیوں نے دوران مباحثہ میں کچھ اندھے لنگڑے اور اپاہج جمع کرکے مرزا صاحب کے سامنے پیش کئے۔ اور استدعا کی مسیح علیہ السلام نے ایسے بیماروں کو شفا دی تھی۔ تو مثیل مسیح میں بھی یہ طاقت ضرور ہونی چاہیئے کہ وہ ایسے بیماروں کو اپنی دعا سے شفا دے سکے۔ آپ اپنی اعجازی دعا سے ان کو اچھا کر دیجئے۔ ہم آپکو مسیح کا مثیل مان لیں گے۔ مرزا صاحب کو اس سے بڑی بڑی ذلت حاصل ہوئی۔ مگر تھے بڑے بہادر اپنی خفت کو مٹانے کے لئے آتھم کی پیشگوئی کے الفاظ میں دعویٰ کر دیا۔ کہ جب یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ اس وقت بعض اندھے سوجاکھے ہو جاویں گے وغیرہ۔ جیساکہ ناظرین پیشگوئی کے الفاظ میں پڑھ چکے ہیں۔

یہ تو غالباً مرزا صاحب کا مطلب نہ تھا کہ ظاہری آنکھوں کے اندھے سوجاکھے ہو جاویں گے یا ظاہری ٹانگ کے نقص والے لنگڑوں کی ٹانگ درست ہو جاویگی یا اپاہجوں کے ظاہری اعضاء معطل درست ہوں گے۔ اور ان میں خون کا دورہ ہوگا۔ کیونکہ اگر ایسی طاقت مرزا صاحب میں ہوتی تو وہ پیش شدہ بیماروں کے اعضاء ہی درست کر دیتے۔ بہرحال اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ مرزا صاحب نے اس کا مفہوم صرف یہ دکھایا ہے کہ دل کے اندھے بینا ہونگے۔ اور دل کے لنگڑے لولے اچھے ہو جائیں گے۔ یعنی پیشگوئی کی صداقت پر کوردلوں کے دل بینا ہوں گے اور پیشگوئی کی عظمت دیکھکر وہ مرزا صاحب پر ایمان لے آئیں گے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ کو بھی اس مفہوم سے اختلاف نہیں۔ اور وہ بھی اس کا مطلب یہی سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ہوا؟ جماعت مرزائیہ اس کا کوئی ثبوت

پیش نہیں کر سکتی۔ اور نہ آجتک انہوں نے پیش کیا۔ بلکہ مخالفین اس کے مدمیں یہ کہتے ہیں۔ کہ سوجا کھے اندھے ہو گئے۔ مضمون مندرجہ خطوط محمد علی خانصاحب سے ناظرین اس نتیجہ پر پہونچیں گے۔ کہ خود کاتب خطوط کا بیان ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو غلط نکلنے پر اسلام کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اپنی جماعت کی ذلت و رسوائی کا صاف لفظوں میں اقرار کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خود مرزا صاحب کی اہلیہ محترمہ کا خالہ زاد بھائی اس پیشگوئی کے جھوٹا نکلنے پر عیسائی ہو گیا۔ مرزا صاحب پر جب یہ اعتراض عیسائیوں کی طرف سے ہوا۔ تو وہ اس سے تو انکار نہ کر سکے۔ اور یہ کہنے کی جرأت نہ کی۔ کہ کسی مرزائی نے مرزائیت سے تائب ہو کر عیسائیت اختیار نہیں کی۔ کیونکہ یہ امر چھپ نہیں سکتا تھا۔ منحرف لوگ موجود تھے۔ مگر صرف اتنا کہکر ٹال دیا کہ کسی ایک آدہ ناسمجھ کا انحراف کوئی بات نہیں۔ یہودا اسکوریطی بھی تو مسیح سے منحرف ہو گیا تھا۔ (انجام آتھم ص۱۷)

مگر یہاں یہ بحث نہیں۔ کہ ایک آدہ کا انحراف کچھ اثر رکھتا ہے یا نہیں؟ بلکہ یہاں یہ بحث ہے کہ بجائے اس کے کہ بعض اندھے سوجا کھے ہوں۔ کیوں اندھے ہو گئے۔ ایک کا انحراف مرزا صاحب کی پیشگوئی میں اہم مسئلہ ہے کیونکہ ان کے الفاظ میں لفظ بعض ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایک پر بعض کا اطلاق ہے۔ تو پیشگوئی کے غلط ہونے میں کوئی شک و شبہ تک باقی نہ رہا۔ اور مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق بعض نابینا تو بینا نہ ہوئے۔ البتہ بعض بینا نابینا ہو گئے۔

(ق) مرزا صاحب نے صرف آتھم کی پیشگوئی ہی میں نہیں۔ بلکہ بعض دیگر پیشگوئیوں میں بھی یہ کہا کہ اگر یہ پیشگوئی غلط نکلی تو مجھے پھانسی دیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھے روسیاہ کیا جاوے وغیرہ وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ کیا عہد سلطنت برطانیہ میں باوجود کاذب نکلنے کے مرزا صاحب کے ساتھ ایسا سلوک قانوناً جائز ہو سکتا تھا؟

ہندوستان میں عورتوں کا ستی ہونا ایک مذہبی رسم تھی۔ اور عہد سلطنت برطانیہ سے پہلے یہ رسم رائج تھی۔ مگر ہندوستان کے موجودہ قانون نے اس کو حکماً روکدیا تو جب ایک قدیم رسم کو جو مذہبی رسم تھی۔ قانون نے اس لئے روکدیا کہ انسان کی تمیز

جان ضائع نہ ہو۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کو پھانسی پر لٹکایا جاتا۔ کیونکہ صرف پیشگوئی کا غلط نکلنا قانوناً مستوجب سزائے موت نہیں ہے۔ اور باوجود اس کے کہ مرزا صاحب خود اپنے لئے فیصلہ کر چکے تھے کہ بصورتِ کاذب ہونے کے روسیاہ کیا جائے، ذلیل کیا جائے وغیرہ وغیرہ کسی شخص کو قانوناً یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ مرزا صاحب کے کاذب نکلنے پر ان کو روسیاہ کر سکے یا ذلیل کر سکے بلکہ قانون تو اس کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ ایک کاذب اور مسلمہ کاذب کو بہ نیتِ توہین کاذب کہا جا سکے۔ اگر ایک بدمعاش کو جو بدمعاشی کے جرم میں سزا بھی پا چکا ہو۔ بہ نیتِ توہین وازالۂ حیثیت عرفی بدمعاش کہنا قانوناً جرم ہے۔ اس لئے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ مرزا صاحب سے وہ سلوک ہو سکتا۔ جو انہوں نے خود اپنے لئے تجویز کیا تھا۔

(ن) اب سوال یہ ہے کہ جب ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو مرزا صاحب کی اس سے کیا غرض تھی۔ مرزائی لٹریچر اس غرض پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا۔ اس لئے کوئی ایسی غرض بیان نہیں ہو سکتی۔ جو مرزائیوں کے مقابلہ میں حجت و دلیل کا کام دے سکے کیونکہ وہ کہدیں گے کہ یہ غرض نہ تھی۔ بایں ہمہ تاوقتیکہ وہ خود کوئی غرض ظاہر نہ کریں ہمیں حق حاصل ہے کہ اس غرض کا پتہ لگائیں۔

جہاں تک غور سے کام لیا جاتا ہے صرف یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ پیشگوئی کو ایک زبردست وقعت حاصل ہو جائے۔ اور عوام کالانعام ایسے الفاظ سے خاص طور پر متاثر ہوں اور یہ خیال کریں۔ کہ اگر مرزا صاحب جھوٹے ہوتے تو کیوں کہتے کہ غلط نکلنے پر پھانسی پر لٹکا دو۔ روسیاہ کر دو۔ وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب جانتے تھے کہ یہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ مجھے پھانسی دے یا روسیاہ کرے اور یہ بھی جانتے تھے کہ عوام دام افتادہ کو کسی نہ کسی تاویل سے درست کر لیا جائیگا۔ مگر اصلی غرض اس کی بہر حال پوری ہو جاتی تھی۔ کہ عوام ایسے الفاظ سے اپنے یقین کو جو مرزا صاحب کے ساتھ تھا۔ ایمان کے درجہ سے بھی بڑھا دیتے تھے۔

اگر جماعت مرزائیہ کو اس سے اتفاق نہ ہو تو پھر سوائے اس کے مرزا صاحب کی کوئی اور غرض ہو ہی نہیں سکتی کہ آتھم بوڑھا ہے ضعیف الاعضا ہے۔ چنانچہ دوانِ

مباحثہ میں تقریر مباحثہ ہی اس کے لئے بباعث ضعف ایسی تکلیف کا باعث ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا۔ اور اس کی بیماری کی حالت میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اسکے قائم مقام رہے۔ تو مرزا صاحب نے یقین کر لیا کہ ایسے ضعیف العمر و کمزور بدن کی موت اب یقینی ہے۔ قسموں سے اور رُوسیاہی و پھانسی وغیرہ اپنے لئے تجویز کرنے سے اسے یقین آ جائے یا کم از کم ڈر جائے۔ اور میرا اُلّو سیدھا ہو جائے مگر آتھم جیسا شخص جس نے اسلام جیسے روشن اور مقدس مذہب سے ارتداد کیا ہوا تھا۔ ایسی چالوں میں کب آ سکتا تھا۔ اگر اس غرض سے ہی جماعت مرزائیہ اتفاق نہ کرے۔ تو اس کا فرض ہے کہ بتاوے کہ جب عہدِ سلطنت برطانیہ میں یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی کاذب کو پھانسی پر لٹکایا جائے۔ اس کے مُنہ کو کالا کیا جائے تو مرزا صاحب کی اس سے کیا غرض تھی۔

ناظرین مندرجہ بالا تحقیق سے اس نتیجہ پر ضرور پہونچے ہونگے کہ آتھم کی پیشگوئی غلط نکلی اور جو حیلہ و عذر مرزا صاحب نے اس کو سچا کرنے کے لئے تراشے وہ باد ہوا ہوئے۔ اور ان کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا وہ خدا کا الہام نہ تھا۔ بلکہ ایک منگھڑت منصوبہ تھا۔ اور خدا پر افترا تھا۔ اگر یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا۔ تو خدائے تعالےٰ اسے ضرور پورا کرتا۔ اور مرزا صاحب کی لاج رکھ لیتا۔ ایسی پیشگوئیوں سے عام طور پر جو غرض حاصل ہو سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ پیشگوئی کرنیوالا دنیا کی نظروں میں معزز و ممتاز ہو۔ اور لوگ اس کی عزت کرنے پر مجبور ہوں۔ خواہ اس کے اسباب کچھ ہی ہوں۔ لیکن لازمی امر یہ ہے۔ کہ عام طور پر مخالفین کو بھی چون و چرا کی گنجائش نہ ملے۔ اور اگر یہ مقصود نہ ہو۔ تو کس قدر بیہودہ بات ہے۔ کہ تحدی کے طور پر بڑے زور شور سے ایک الہامی دعویٰ کیا جاوے۔ اور اس کے جھوٹا نکلنے پر تاویلات رکیکہ سے اپنے آپکو سچا کرنے کی کوشش کی جاوے۔ ایسی تاویلات رکیکہ اور لاطائلہ سے اگر مرزائی جماعت کی تسلی ہوئی۔ تو یہ ایک تحصیل حاصل امر ہے۔ اس کی ضرورت نہ تھی وہ تو پہلے ہی اپنا ایمان مرزا صاحب کی نذر کر چکے تھے۔ ضرورت تو مخالفین کی تسلی کی تھی اور ضروری تھا کہ آتھم مرجاتا اور حجت قائم ہو جاتی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اگر خدا

کو منظور ہوتا تو تاریخ میعاد کے گذرنے پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو خوشی ہوتی ۔ اور تمام مخالفین شرمندہ ہوتے ۔ اس صورت میں سمجھا جاتا کہ مرزا صاحب کی کامیابی خدا کو منظور تھی لیکن معاملہ اس کے خلاف ہے ۔ مرزا صاحب نے گو اپنے دام افتادوں کو خوش کر دیا ۔ مگر جن پر صداقت کی حجت قائم کرنے کیلئے پیشگوئی کی تھی ۔ ان کی نظروں میں خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو سخت ذلیل اور رسوا کر دیا ۔

جو ذلت و رسوائی و ناکامی مرزا صاحب کو حاصل ہوئی ۔ اس کی شہادت ناظرین نے ان کے مرید صادق محمد علی خانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے خطوط میں ملاحظہ فرمالی ۔ علاوہ اس کے مرزا صاحب کی کیا گت بنی ۔

اہل اسلام نے خوشیاں منائیں اور اہل اسلام کامیاب ہوئے ۔ کیونکہ مفتری علی اللہ کے افترا پر آسمانی فیصلہ ہوگیا ۔ اور مرزا صاحب کو ایک قطعہ[۱] زمین نصیب ہوگیا ۔ مرزائی جماعت گھروں میں چھپی ہوئی تھی ۔ اور کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی تھی ۔ تمام مخالفین نے خوشیاں منائیں اور مرزا صاحب کو بے طرح ذلیل کیا ۔ مخالفین بھلا کسطرح ایسا کرتے ۔ خداوند تعالے نے افترا کی سزا دی ۔ امرتسر ۔ لاہور ۔ لدھیانہ وغیرہ شہروں میں مسلمانوں نے اشتہارات شائع کئے اور عیسائیوں نے بھی ۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک اشتہار کا نمونہ جو لدھیانہ سے شائع ہوا ملاحظہ ہو ۔

قول صائب

بنمائے صاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

اے او خود غرض خود کام مرزا ! | ارے منحوس نافرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو ! | رسول حق با ستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بنکر | بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا

۱ قطعہ زمین کے مسئلہ کو ہم آیندہ اپنے موقع پر درج کریں گے ۱۲

ہُوا بحثِ نصاریٰ میں بآخر
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے
تری تکذیب کی شمس و قمر نے
ڈبویا قادیاں کا نام تُو نے
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی
اگر ہے کچھ بھی عزت ڈوب مر تو
بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا.
کیا تھا اس نے تجھکو زندہ درگور
ولیکن تو نہ آیا باز پھر بھی؛
نہ کہتا تجھ اگر منہ پھاڑ کر تو
گلے میں اب ترے رسّا پڑا ہے
سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہوگی
ہے سولی اور پھانسی کا سزاوار
مسلمانوں سے تجھکو واسطہ کیا
تو اک بھائی ہے مرشد بھنگیوں کا
کہا اسلامیوں نے خلف باتر؛
تو ہے اک انبیاءِ بعل میں سے
زمین و آسماں قائم ہیں اب تک
"براہین" ہے جھلّے تو اے مسیلاں
بحمد اللہ کہ چھپکر فتح و توضیح
درِ توبہ ہے وا ہو جا مسلماں

مسیحائی کا یہ انجام مرزا
ہے آتھم زندہ اے غلام مرزا
ہُوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہیں کیا اے بدو بدنام مرزا
جو تھا شیطان کا الہام مرزا
بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
ترا اعزاز اور اکرام مرزا
دیا تھا تجھکو الزام مرزا
یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
سیہ رُو ہوگا پیشِ عام مرزا
کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
رعایا کا نہیں یہ کام مرزا
پڑا کھلا نبیٔ تام مرزا
اور اک ہیجڑوں کا بے اندام مرزا
ہے کاذب خارج از اسلام مرزا
سلف کو دے رہا دشنام مرزا
ترے وہ ٹل گئے احلام مرزا
کبھی ایسے کبھی تھے ایام مرزا.
کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

عیسائیوں کے ایک اشتہار کو بھی بطور نمونہ ملاحظہ فرماویں :-

رسولِ قادیانی کو پھر الہام ہُوا

ارے سن او رسول قادیانی
لعین و بے حیا شیطان ثانی

Marfat.com

نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی — بڑھاپے میں ہے یہ جوشِ جوانی
نچاوے ریچھ کو جیسے قلندر — یہ کہہ کہکر تری مر جائے نانی
نچا دیں تجھکو بھی اک ناچ ایسا — یہی ہے اب مصمم دل میں ٹھانی

آتھم اب زندہ ہیں آ کر دیکھلو آنکھوں سے خود — بات کب یہ چھپ سکے ہے اب چھپائی آپکی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا — بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح — کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپکی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی — بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی:
حق ہے صادق اور حق صادق کا سب الہام ہے — ہوگئی شیطان سے ثابت آشنائی آپکی
ہو گیا ثابت ہے سب اقوالِ بد سے نکلے — کر رہا بیشک ہے شیطاں رہنمائی آپکی
اپنے پنجے سے نہیں دیتا تجھے شیطاں نجات — اس کو کب منظور ہے اکدم جدائی آپکی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یارِ غار — رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یاں — کس بلا میں اس نے دیکھو جان پھنسائی آپکی
ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے — دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپکی:

ہے کہاں اب وہ خدا جسکا تمہیں الہام تہا — کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپکی۔

ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر — سب پہ لعنت ہوگئی ہے بے حیائی آپکی:
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار — فیصلے کی شرط ہے اپنی منائی آپ کی
داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے — کرہی ڈالیگا حجامت اب تو نائی آپکی

مرزا صاحب کی جو ذلت اور رسوائی اس پیشگوئی کے نتیجے پر ہوئی اس کا اقرار مرزائی تصانیف میں موجود ہے۔ مگر اپنی جماعت کو خوش کرنے یا احمقوں کو دھوکا دینے کے لئے خوشی کرنے والے مسلمانوں کو نیم عیسائیوں کا خطاب دیا۔ اور یہ مشہور کیا کیسے مسلمان ہیں جو عیسائیوں کی فتح پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ کبرت کلمۃ تخ

من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ مسلمانوں نے اس پیشگوئی کو اسلام اور عیسائیت کے مقابلے کے رنگ میں نہ اس وقت دیکھا۔ نہ اب اس کے قائل ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو مسلمان مسلمان ہی نہیں جانتے تھے۔ تو ان کی وکالت میں کامیابی ہو یا ناکامی۔ اس کا اثر مسلمانوں پر ہرگز نہیں۔ عیسائیت اسلام کے مقابلہ میں کبھی نہ کامیاب ہوئی اور نہ ہوگی۔ اس پیشگوئی کے صدق اور کذب میں مرزا صاحب کے صدق اور کذب کا فیصلہ مضمر تھا۔ چونکہ مسلمانوں کا پہلے ہی اعتقاد تھا کہ مرزا صاحب مفتری علی اللہ ہیں۔ جو اس پیشگوئی کے نتیجے نے ثابت کر دکھایا اس لئے اہلِ اسلام نے مرزا صاحب کی ذلت و رسوائی کو روا رکھا جو عین منشاء الٰہی کے مطابق تھا۔

اس تحقیق سے ناظرین پر روشن ہو گیا کہ آتھم کی پیشگوئی کسی پہلو سے بھی پوری نہ ہوئی اور مرزا صاحب صراحتاً کاذب ثابت ہوئے۔

نکاح آسمانی

یہ ایک مشہور پیشگوئی ہے اور اگر کوئی مرزائی دیانت سے اس پیشگوئی کے تمام پہلوؤں پر غور کرے۔ تو وہ اور اس کا ضمیر مجبور ہو گا کہ مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھے اس پیشگوئی کے واقعات تمہیدی یہ ہیں کہ احمد بیگ نامی ایک مغل مرزا صاحب کا رشتہ دار تھا۔ اس کی ایک لڑکی جس کا نام محمدی بیگم ہے۔ بوقت پیشگوئی کہا جاتا ہے کہ ۹ برس کی عمر میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا احمد بیگ مذکور دہریہ اور منکر تھا۔ اور مرزا صاحب کے در پئے آزار رہتا۔ اس لئے اس پیشگوئی کی ضرورت پڑی۔ اس پیشگوئی کے متعلق مرزائی لٹریچر میں دو طرح کے حوالے ہیں۔ ایک تو الہامات جو اس پیشگوئی کے محرک ہوئے۔ دوسرے مرزا صاحب کی بعض تحریرات چنانچہ ہم ان دونوں حوالوں کو بقدر ضرورت یہاں درج کرتے ہیں۔

الہامات یہ ہیں :۔

فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک امر	پس خدا ان کے لئے تجھے کفایت کریگا

Marfat.com

من لدنا انا کنا فاعلین زوجنا کھا۔	اور اس عورت کو تیری طرف پھر لائیگا، ہماری طرف سے ہو اور ہم کرنیوالے ہیں، ہم نے اس عورت کا نکاح تجھ سے کر دیا"
انا رادوھا الیک	ہم اس عورت کو تیری طرف واپس لانیوالے ہیں"
توجہت لفصل الخطاب انا رادوھا الیک ان استجارتک فاجرھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ۔	"میں نے فیصلہ کیطرف توجہ کی۔ ہم اس عورت کو تیری طرف واپس کر دیں گے۔ اگر وہ عورت تجھ سے پناہ مانگے، تو اس کو پناہ دے

خوف نہ کر کہ ہم اس عورت کو پہلی سیرت پر پھیر لاویں گے"!

مرزا صاحب کی متعدد کتابوں میں یہ الہامات درج ہیں۔ اس لئے ہم نے کسی خاص کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ان الہامات میں جو امور قابلِ بحث ہیں۔ وہ بقیہ تحریرات کے ضمن میں اپنے اپنے موقعہ پر بیان ہونگی۔ ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار اس پیشگوئی کا اعلان کیا چنانچہ اس کی عبارت کا ضروری حصہ یہ ہے :۔

"اس خدائے قادرِ مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دخترِ کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت اسی شرط سے کیا جائیگا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجبِ برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور تم ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار[1] ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی۔ وہ روزِ نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کیگئی ہے تو معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دخترِ کلاں

---

[1] افسوس کہ یہ اشتہار ہمیں نہیں ملا اور نہ ہی کسی مناظر کی کتاب سے اسکی نقل ملی ورنہ اس کا اقتباس ہی درج کر دیا جاتا۔ (ناظم)

کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک مانع دُور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لادیگا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بنادیگا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دیگا"

مرزا صاحب کے الہامات اور تحریر مندرجہ بالا سے امور ذیل پائے جاتے ہیں :-

(۱) احمد بیگ کی دختر کلاں کا نکاح خدا نے مرزا صاحب سے کر دیا۔

(۲) اگر اس کا باپ اور دیگر وارثان اس میں مانع ہوں گے اور دوسری جگہ نکاح کردیں گے تو مرزا احمد بیگ تاریخ نکاح سے تین سال کے اندر مرجائیگا۔

(۳) نکاح کے بعد احمد بیگ کے خاندان میں تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی۔

(۴) نکاح کے بعد محمدی بیگم کیلئے کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

(۵) محمدی بیگم کا شوہر تاریخ نکاح سے اڑھائی سال تک مر جائے گا۔

(۶) محمدی بیگم مرزا صاحب کے پاس آکر بیاہ لیگی۔

(۷) محمدی بیگم جب مرزا صاحب کے پاس آئیگی تو پہلی سیرت پر ہوگی یعنی باکرہ۔

(۸) آخر کار خدا تمام موانع کو دُور کرکے اس کو مرزا صاحب کے نکاح میں دیگا۔

(۹) جب نکاح ہوجائے گا تو بے دین مسلمان ہوجائیں گے اور گمراہیوں میں ہدایت پھیلیگی۔

مرزا صاحب نے ان امور کو ذرا اختصار سے بیان کیا ہے۔ ناظرین اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ لکھتے ہیں کہ :-

" وہ پیشگوئی جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزا یہ ہیں (۱) کہ مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو (۲) پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو (۳) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے کے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے" (شہادۃ القرآن صفحہ ۸۰)

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب بڑے ادیب اور سلطان القلم ہیں۔ لیکن پیشگوئی کو اجزاء میں منقسم کرنے کے لئے جو ادب انہوں نے چھانٹا ہے۔ شائد ادبائے عرب میں اس کی نظیر نہ ہو۔ اور واقعی ایسی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ جب انجام کار مرزا صاحب سے نکاح مقدر ہے تو مرزا صاحب کا اور محمدی بیگم کا زندہ رہنا اس میں داخل ہے، ایک فضول طوالت ہے جو ادباء کے نزدیک نفرت ہے۔

ایک اور جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"میں نے جو ایک پیشگوئی جس پر آپ نے میرے صادق اور کاذب ہونے کا حصر کر دیا آپکی خدمت میں پیش کی ہے۔ یہی میرے صدق اور کذب کے لئے ایک کافی شہادت ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ کذاب اور مفتری کی مدد کرے۔ لیکن اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے متعلق دو پیشگوئی اور ہیں جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں۔ جنکا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کریگا۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنی حیات پر اعتماد کر سکتا ہے اور نہ کبھی دوسرے کی نسبت دعوے کر سکتا ہے۔ کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہیگا۔ یا فلاں وقت تک مر جائے گا۔ مگر میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔ دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے[۵۸] مرنا۔ جو تین برس تک نہیں پہونچیگا۔ چہارم اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔ پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں۔ اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ پھر آخر کو بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو

۵۸ الفاظ "جلدی سے" مرزا صاحب کی پیشگوئی میں نہیں۔ چونکہ احمد بیگ جلدی فوت ہو گیا۔ اس لئے اس کی وفات کے بعد یہ لفظ قائم کئے۔ ایسی خیانتیں مرزا صاحب بہت کیا کرتے ہیں۔ انجام آتھم میں زوجنا کہا کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ بعد واپسی کے ہم نے تیرا نکاح کر دیا۔ حالانکہ بعد واپسی کسی لفظ کا مفہوم نہیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے تیرا نکاح کر دیا" (دیگر)

توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔"
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۵،۳۲۴)

اس میں دعوے ملاً ذرا زیادہ واضح ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ دعویٰ یہ ہے کہ محمدی بیگم اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اقارب کی سخت مخالفت اور رد کی عام کرنے پر بھی مرزا سے نکاح کریگی۔ لیکن اس حوالہ سے امور غور طلب میں ایک نمبر کا اضافہ ہوگیا وہ یہ کہ:۔

(۱۰) یہ پیشگوئی مرزا صاحب کے صدق اور کذب کا معیار ہے۔ بلکہ اسی پر ان کے صدق و کذب کا انحصار ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

ان امور عشرہ پر ہم بقدر ضرورت آگے چلکر لکھیں گے۔ پہلے اس امر کا فیصلہ ضروری ہے کہ کیا یہ پیشگوئی کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے؟ اس سوال کا جواب اس بحث میں ازحد ضروری ہے۔ اور اسی کے فیصلہ پر اس پیشگوئی کے نتیجہ کو بہت سا تعلق ہے۔ اس کے متعلق ہم کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب یہ پیشگوئی کی تھی۔ اُس وقت سوائے اس کے محمدی بیگم کا نکاح اُن سے ہوگا اور کوئی شرط اس میں تھی یا نہیں؟ جہانتک ہم نے مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ نکاح سے اڑھائی سال تک جو محمدی بیگم کے خاوند کی موت کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ کسی کتاب میں توبہ وغیرہ کی کوئی شرط نہیں پائی جاتی۔ بلکہ نکاح ہونے پر مرزا صاحب نے اپنے دعوی کو یقین سے دُہرایا۔ اور اسی کو اپنے کذب و صدق کا معیار ٹھہرایا۔ ہاں بعد کی تصنیفات میں جب شوہر محمدی بیگم زندہ ہی رہا۔ تو شرط کی پیچ نکالی اور کہا گیا کہ:۔

"اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا تھا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی۔ جو اسی وقت شائع کیگئی تھی اور وہ یہ ہے کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی

فان ابلاء علی عقبک۔ پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کردیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔" (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۳۲)

مرزا صاحب نے اس میں صریح کذب بیانی کی ہے۔ الہام مندرجہ بالا کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ یہ ایک شرط تھی جو اسی وقت شائع کیگئی تھی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ عوام کالانعام یا ان کے دام میں پھنسے ہوئے لوگ یہ سمجھ لیں کہ پیشینگوئی کے ضمن میں یہ شرط پیش کیگئی تھی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ کیا کوئی مرزائی دکھا سکتا ہے کہ پیشینگوئی کے اشتہار میں یہ شرط شائع ہوئی تھی؟ ہرگز نہیں۔ مرزائی تو کیا دکھائیں گے۔ ہم دکھاتے ہیں کہ یہ الہام پیشگوئی کے اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سے دو برس پہلے کا ہے۔ اور اس کو مرزا سلطان احمد کی موت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا کے الہام میں جو توبی توبی ان البلاء علی عقبک ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اس میں صریح شرط توبہ کی موجود تھی۔" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳-۵۴)

مگر مرزا صاحب ہیں بڑے بہادر۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کے پورے مصداق ہیں۔ باوجودیکہ خود لکھتے ہیں کہ یہ الہام ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اور اس کی پیشگوئی کا اشتہار ۱۸۸۸ء میں دیتے ہیں۔ اور اس اشتہار میں اس الہام کا نام تک نہیں لیتے۔ پھر بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ الہام اسی نکاح آسمانی میں شرط تھی بفرضِ محال اگر ہم علی سبیل التنزل ان لیں کہ الہام مذکورہ تاخیر نکاح کی تاخیر کے لئے توبہ کو شرط قرار دیتا ہے۔ تو عقلمندوں کے نزدیک کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کئی وجوہ سے:۔

(وجہ اول) کہ خود مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں:۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی۔ اور میری موت آجائے گی۔ اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالےٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی کردیگا۔"

(انجام آتھم صفحہ ۳۱)

مرزا صاحب نے انجام آتھم میں بہت لمبا قصہ نکاح آسمانی کا عربی میں لکھا ہے جسکا

Marfat.com

درج کرنا باعثِ طوالت ہے۔ اس میں بھی ایک فقرہ یہ ہے:-

والقدر قدر مبرم عند اللہ العظیم (انجام آتھم ص۲۲۳)	”وایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است“

فارسی ترجمہ جو میں نے لکھا ہے یہ مرزا صاحب کا اپنا لکھا ہوا ہے۔ اس کا ماحصل بھی یہی ہے کہ داماد احمد بیگ کی موت تقدیر مبرم ہے۔

ہر ایک شخص جانتا ہے کہ تقدیر مبرم اس کو کہتے ہیں۔ جو کسی طرح سے ٹل نہ سکے اور ضرور ہی واقع ہو۔ تقدیر مبرم رجوع یا توبہ یا کسی اور ذریعہ سے زائل ہی نہیں ہوسکتی تو جب داماد احمد بیگ کی موت تقدیر مبرم ہے تو یہ کہنا کہ مشروط بہ توبہ ہے۔ کس قدر جہالت اور دھوکہ بازی ہے۔

(وجہ دوم) الہام میں کوئی عورت مخاطب ہی۔ جو صرف ایک ہے۔ یہ عورت خواہ محمدی بیگم ہو یا بقول حافظ روشن علی مرزائی کے محمدی بیگم کی دادی[1] یا نانی۔ اگر اس الہام میں صرف ایک عورت مخاطب ہے تو مرزا صاحب کا بصیغہ جمع یہ لکھنا کہ ”پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا۔ یا تاخیر میں پڑ گیا“ کتنی کذب بیانی اور کسقدر فریب اور دھوکا ہے۔ یہاں توبہ تو ایک عورت کیلئے لازمی تھی سب کا توبہ اس میں کیا اصل رکھتا ہے۔ اگر محمدی بیگم اس الہام میں مخاطب ہے۔ تو یہ باطل ہے اس لئے کہ توبہ کی ضرورت اس کو ہے جو گناہ کرے معاملہ زیر بحث میں اگر کوئی گناہ مرزا صاحب کی نظر میں ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے کہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان احمد سے ہوا۔ اس میں اس عفت مآب کا کیا قصور؟ وہ ایک کمسن لڑکی اپنے ماں باپ اور اقارب کے بس میں۔ اس کی اتنی جرأت ہی کب ہوسکتی تھی۔ کہ ماں باپ کی تجویز کے خلاف کرے اور نکاح سے انکار کرے۔ اگر اس کے والدین مرزا صاحب ہی سے اس کا نکاح کر دیتے تو اگرچہ وہ عمر بھر تکلیف میں رہتی۔ کیونکہ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق ہمیشہ بیمار رہیں

[1] حافظ روشن علی نے مباحثہ کیڑیانوالہ میں بیان کیا تھا۔ کہ یہ الہام جس عورت کی نسبت ہے وہ مرزا صاحب کی سخت مخالف تھی۔ انہوں نے اس عورت کی نسبت یا تو محمدی بیگم کی دادی کہا تھا یا نانی۔ اس لئے دونوں لفظ لکھ دیئے گئے۔ ۱۲ (اخگر)

وہ ہرگز انکار نہ کر سکتی تو ایک بیگناہ کی دہمی توبہ کو شرط قرار دینا مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کے نزدیک گو جائز ہو مگر دنیا میں کوئی عقلمند اس کے جواز کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اگر دوسری کوئی عورت اس الہام میں مخاطب ہے اور وہ مرزا صاحب کی سخت ترین دشمن ہے۔ تو بھی سلطان احمد کی موت اسکی توبہ سے نہیں رُک سکتی۔ کیونکہ موت تو سلطان احمد کے لئے مبرم تھی۔ نہ کہ اُسی عورت کے لئے۔ ایک اور لطف کی بات قابل غور ہے وہ یہ کہ اگر مرزا صاحب کی پیشگوئی صحیح ہے۔ تو محمدی بیگم کے لئے یہ نکاح ایک مبارک اور بابرکت نکاح ہوتا۔ اور قاعدہ یہ ہے۔ کہ توبہ سے برکت میں زیادتی ہوتی ہے۔ مگر یہاں معاملہ بالعکس۔ توبہ کرنے سے وہ اُلٹا ایک نعمت سے محروم ہو گئی۔ مرزا سلطان احمد شوہر محمدی بیگم کی توبہ کے متعلق ہم آگے چل کر لکھیں گے۔

(وجہ سوم) جس گناہ سے توبہ ہو کیا جاتا ہے کہ گناہ کا ارتکاب بدستور قائم ہے اور آدمی بے گناہ بھی ٹھیرے۔ مثلاً ایک شخص چوری کرتا ہے۔ اور توبہ کرکے چوری کے ارتکاب پر برابر قائم ہے تو کسی عقلمند کے نزدیک ایسے شخص کو توبہ سے کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اب مقام غور ہے کہ نکاح آسمانی کی متعلق جو امر گناہ تھا۔ اور جس میں تاخیر یا دفع عذاب کے لئے توبہ شرط ہے، وہ صرف یہ تھا۔ کہ محمدی بیگم اپنے شوہر کے نکاح میں رہی۔ اگر اس کے متعلق اس گناہ سے کسی نے توبہ کی۔ تو آئندہ اس گناہ کو چھوڑنا لازمی تھا۔ مگر اس کے شوہر نے اُسے نہیں چھوڑا۔ اور نہ وہ اپنے شوہر سے جدا ہوئی۔ تو دنیا میں کون ایسا عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسی توبہ بھی تاخیر یا تنسیخ عذاب کے لئے شرط ہو سکتی۔

الغرض یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ نکاح آسمانی کی پیشگوئی کسی شرط سے مشروط تھی۔ اور الہام توبی توبی کا اس پیشگوئی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

اب ناظرین کی توجہ ہم مرزا صاحب کے اُن دعاوی کی طرف منعطف کراتے ہیں۔ جو پیشگوئی کے اجزا ہیں۔ اور جن کا نام ہم نے امور عشرہ رکھا ہے۔

(اوّل) احمد بیگ کی دختر کلاں کا نکاح خدا نے مرزا صاحب سے کر دیا۔ اس کے

متعلق ناظرین نے اصل الفاظ کے ملاحظہ فرمالئے۔ اسمیں ہے زوجنا کہا۔ یہ لفظ اپنے معنوں میں مستقل ہے۔ زوجنا صیغہ متکلم مع الغیر فعل ماضی معلوم ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ ہم نے نکاح کر دیا۔ ک ضمیر مخاطب ہے۔ اس کا مرجع مرزا صاحب ہیں۔ اور ھا ضمیر مونث غائب جسکا مرجع محمدی بیگم ہے۔ تو معنے یہ ہوئے کہ ہم نے تیرا نکاح اس عورت (محمدی بیگم) سے کر دیا۔ بوقت شائع کرنے الہام کے یہی معانی اور یہی مفہوم مرزا صاحب کے نزدیک بھی مرجح تھا۔ مگر جب محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ نے اس کو نہ مانا۔ اور اپنی لڑکی کا نکاح مرزا سلطان احمد سے تجویز کیا۔ تو مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ لوگ استہزاء کریں گے۔ کہ کسی انسان کا منعقد کیا ہوا نکاح تو عدالت بھی فسخ نہیں کر سکتی۔ مگر خدا کا کیا ہوا نکاح عاجز بندوں نے توڑ کر رکھدیا۔ اور خدا بڑا عاجز و کمزور ثابت ہوا۔ کہ انسانوں کا مقابلہ بھی نہ کر سکا۔ اس لئے "زوجنا کہا" کا مفہوم اپنے مطلب کے مطابق کرنا چاہا۔ چنانچہ انجام آتھم میں جہاں یہ لفظ ہے وہاں اس کے یہی معنے لکھتے ہیں کہ "بعد واپسی کے جس نے نکاح کر دیا"۔ کس قدر خیانت اور دلیری کی خیانت ہے۔ بیعلم مرزائی اور خودغرض سمجھدار مرزائی تو اس معنے کو ضرور قبول کریں گے۔ لیکن جماعت مرزائیہ میں جو لوگ اہل علم کہلاتے ہیں۔ وہ بھی ذرا خیال نہیں کرتے کہ کس قاعدہ سے یہ معنے صحیح ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ زوجنا فعل ماضی ہے۔ اور مرزا صاحب نے بھی اپنے بیان کردہ معنوں میں اسکو ماضی ہی بنایا۔ اور لکھا کہ نکاح کر دیا۔ تو بعد واپسی کے نکاح کر دیا کس طرح صحیح ہے۔ اگر خدا کا منشا اس الہام سے یہ تھا۔ کہ زمانہ مستقبل میں جب وہ اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد واپس آئے گی تو اوس کا نکاح کر دونگا۔ تو صیغہ ماضی کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر صیغہ ماضی کا معنی مضارع استعمال کرنا تھا تو کم از کم کوئی ایسا قرینہ اس کے ساتھ لگایا جاتا۔ جس کے ہونے سے قواعد نحویہ کی مطابق ہر شخص مضارع کے معنے لینے پر مجبور ہوتا۔ مگر یہاں کوئی قرینہ بھی نہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ الفاظ "بعد واپسی کے" کسی صورت سے نہیں پائے جاتے۔ افسوس کہ کسی مرزائی نے یہ ابتک نہ سوچا کہ یہ الفاظ کسی عربی لفظ کا ترجمہ ہے۔ اگر یہ

Marfat.com

کہا جاوے مانا اور ھا الیاٹ جو الہام میں دوسری جگہ ہیں۔ اس کی رعایت سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے تو یہ عذر بھی صحیح نہیں۔ اگر انا اور ہا کی بناء پر مرزا صاحب کو مطلب بیان کرنا مقصود تھا۔ تو ترجمہ صحیح کر دیتے۔ اور حاشیہ میں اس کی شرح کر دیتے۔ کہ اس سے یہ مراد ہے۔ اور حواشی لکھنے کی ان کی عادت بھی تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا تو صاف طور پر لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب نے دھوکا دینا چاہا۔ اور یہ دھوکا خود اس کے اپنے قول سے ثابت ہے جو حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ مکرر ملاحظہ ہو۔

"اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا۔ کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ زوجنا کہا کے ترجمہ میں مرزا صاحب نے خیانت اور کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ اور زوجنا کہا کے صحیح معنے یہی ہیں۔ کہ میں نے تیرا نکاح اس عورت سے کیا۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ نکاح کس کو کہتے ہیں۔ نکاح میں ایجاب اور قبول لازمی شرط ہے۔ ایجاب تو یا تو منکوحہ کی طرف سے کم از کم دو گواہوں کے روبرو بعد از اعلان اصالتاً ہونا چاہیئے۔ یا منکوحہ کا وکیل اس کی طرف سے وکالتاً کرے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ اس شخص کا نکاح شریعت کے قانون کے مقابلہ میں قابل نفاذ بھی ہے یا نہیں۔ یہ منکوحہ سے ایجاب کرایا گیا۔ یا منکوحہ کی طرف سے ایجاب کے لئے کوئی وکیل ہوا۔ جسے منکوحہ یا منکوحہ کے ولی جائز نے اختیار دیا ہو۔ اس نکاح کا اعلان کب اور کسطرح ہوا۔ اس نکاح میں گواہ کون کون تھا۔ خطبہ کس نے پڑھا۔ اور ایجاب و قبول کس نے کرایا۔ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ خدا بہترین و حقیقی ولی ہے۔ اور تمام بندے اس کے مملوک ہیں۔ اس لئے اس نے اس کا نفس بخشدیا۔ اسں اعلان و گواہ شاہد کی ضرورت نہیں تو یہ عذر بدیہی ایسا کون ہے۔ دنیا میں جتنے نکاح ہوتے ہیں۔ وہ سب ناکح و منکوحہ خدا کے بندے اور مملوک ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا نکاح اللہ تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں ہوتا ہے۔ تاہم بغیر تکمیل ارکان نکاح کے کوئی عقلمند اس کو نکاح

نہیں کہہ سکتا۔ اس طور پر اگر ذرا بھی غور کیا جاوے تو اس الہام میں مرزا صاحب صراحتاً مفتری ہوئے۔ اور ثابت ہوئے اگر خدا کے علم اور ارادہ سے مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے مقدر ہوتا تو ضروری ہوتا جس طرح کہ دنیا کے تمام نکاح جو خدا کے علم اور ارادہ میں ہو کر رہتے ہیں۔ باوجودیکہ خدا کے علم اور ارادہ کا پہلے سے اعلان نہیں ہوتا تو عقل کس طرح باور کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کا نکاح خدا کے نزدیک مقدر تھا۔

امرت سر میں نکاح کا ایک واقعہ ہوا تھا جس سے خدا تعالےٰ کے علم ارادہ کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ اگرچہ دنیا میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں لیکن امرتسر کا واقعہ تو پیش نظر ہے۔

ایک شخص کی لڑکی کا رشتہ مقرر ہوا منگنی کی رسم ادا کرنے کے لئے دعوت کا اہتمام ہوا رات کو مجلس منعقد ہوئی دونوں طرف سے قریباً ۳۰۰۔ آدمی مجمع میں موجود تھے۔ اور پُر تکلف دعوت کا سامان تھا۔ عورتوں کی مجلس میں جہاں دونوں طرف کی عورتیں بکثرت موجود تھیں کسی امر پر نزاع واقعہ ہوگئی۔ اس نزاع کا خاتمہ نہ ہوا۔ بلکہ لڑکی کے باپ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی والے کو ایسا رنج پہونچا کہ اس نے سر مجلس بلند آواز سے لڑکے والوں کو مخاطب کر کے کہا کہ چلے جاؤ۔ اور اہل مجلس کو کہا کہ جس نے ان کا ساتھ دینا ہے۔ ان کے ساتھ جائے۔ چنانچہ لڑکے والے چلے گئے۔ لڑکی کے باپ کا ہمشیرہ زادہ وہاں کام دھندے میں مشغول تھا۔ لڑکی والے نے جوش میں فوراً اس کو بلایا اور اسی مجلس میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا یہ لڑکا اگرچہ اس کا ہمشیرہ زادہ تھا۔ مگر بظاہر یہ ممکن نہ تھا۔ کہ وہ اپنی لڑکی اس کو دیتا کیونکہ وہ اس کے مقابلہ میں مالی حیثیت بہت کم رکھتا تھا۔ مگر چونکہ یہ نکاح خدا کے علم اور ارادہ میں مقدر تھا۔ اس لئے خداوند تعالےٰ نے ایسا سامان پیدا کیا کہ جہاں لڑکی دینے کا ارادہ تھا۔ ان سے عین مجلس میں رنج پیدا ہوگیا اور اصلی اور مقدر نکاح کا سامان پیدا ہوگیا۔ اگر کسی مرزائی کو اس میں شبہ ہو تو امرت سر محلہ تالاب ٹنڈا میں عبدالعزیز حکاک برادر تاج الدین سوداگر کو

جا کر دیکھ لے۔ اور اس کے نکاح کی کیفیت جس طرح ہم نے بیان کی مفصل سُن لیوے۔ یہی عبدالعزیز وہ ہے۔ جس کا نکاح اُس مجلس میں ہو گیا۔

اگر محمدی بیگم کا یہ نکاح جسپر مرزا صاحب زوجنا کہا کا الہام شائع کرتے ہیں۔ خدا کے علم اور ارادہ میں ہوتا تو خواہ پہلے خواہ بعد بیوہ ہونے کے ضرور ہوتا۔ مگر چونکہ نہیں ہوا۔ اس لئے ہر ایک انصاف پسند کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے کذب بیانی کی اور خدا پر افترا کیا۔

ایک اور طریق سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ درحقیقت یہ الہام غلط اور افترا علی اللہ تھا۔ مرزا صاحب کے اعلان کے بعد جب محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ اور خاندان کے تمام اراکین نے قطعی فیصلہ کر دیا۔ کہ مرزا صاحب کی درخواست نکاح نامنظور کر کے لڑکی کا نکاح خدا کے علم اور ارادہ کے مطابق جہاں مقدر ہے کر دیا جائے۔ تو مرزا صاحب نے طرح طرح کی کوششیں کیں۔ نفس سعی اگر قابلِ اعتراض نہ ہو۔ تو نہ ہو۔ مگر اس سعی اور کوشش میں جو باتیں اختیار کیگئیں۔ وہ البتہ اس امر پر روشنی ڈالتی ہیں۔ کہ درحقیقت یہ الہام خدائی الہام نہ تھا۔ بلکہ مرزا صاحب کا افترا علی اللہ تھا۔

ہم ناظرین کی آگاہی کے لئے ان خطوط کو درج کرتے ہیں۔ جو مرزا صاحب نے لکھے۔ یہ خطوط سب سے پہلے جناب مولانا مولوی قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر پنشنر نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں شائع کئے تھے۔ اس کے بعد راقم عاجز نے ایک اشتہاری ٹریکٹ میں شائع کئے۔ پھر راقم نے اخبار اہلفقہ میں شائع کئے۔ پھر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے رسالہ الہامات مرزا میں شائع کئے۔ یہ چاروں اشاعتیں ان خطوں کی مرزا صاحب کی زندگی میں ہوئیں۔ اس لئے ان خطوں کے صحیح و درست ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اگر یہ خط جھوٹے یا جعلی ہوتے تو کلمہ فضل رحمانی کے شائع ہوتے ہی مرزا صاحب اعتراض کر دیتے۔

ممکن ہے کہ کوئی مرزائی ان خطوں پر اعتراض کرے اسلئے ہم مرزا صاحب کے الفاظ سے ثابت کر دیتے ہیں۔ کہ یہ خطوط مرزا صاحب ہی کے ہاتھ کے

Marfat.com

لکھے ہوئے تھے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ:۔

"یہ کہنا کہ پیشگوئی کے بعد احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے لئے کوشش کیگئی۔ اور طمع دیگئی۔ اور خط لکھے گئے۔ یہ عجیب اعتراض ہیں۔ سچ ہے انسان شدت تعصب کی وجہ اندھا ہو جاتا ہے کوئی مولوی اس بات سے بے خبر نہ ہوگا۔ کہ اگر وحی الٰہی کوئی بات بطور پیشگوئی ظاہر فرمائے اور ممکن ہو کہ انسان بغیر کسی فتنہ اور ناجائز طریق سے اس کو پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صـ ۱۹۱)

اس میں صاف طور پر خطوط شائع شدہ کا اقرار ہے۔ اس کے علاوہ عدالت میں دیوار کے مقدمہ میں جو مرزا صاحب اور ان کے چچازاد بھائیوں میں تھا۔ مرزا صاحب نے بیان دیا ہے۔

"احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیشگوئی ہے۔ وہ اشتہار میں درج ہے۔ اور ایک مشہور امر ہے۔ کہ وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے۔ جو خط بنام احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے۔ وہ میرا ہے۔" (الحکم اگست ۱۹۰۱ء صـ ۱۴ کالم ۳)

اس لئے ان خطوط میں کسی مرزائی کے لئے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

پہلا خط

"مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ مجھکو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا۔ اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں۔ آپکو اس سے بہت رنج گذریگا۔ مگر میں واللہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں۔ جو مجھے ناچیز بتلاتے ہیں۔ اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے۔ کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا

نکاح ہونیوالا ہے۔ اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے یہ پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ کہ اس کو خوار کیا جاوے۔ ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھکو بچا لینا۔ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو ضرور مجھے بچالیگا۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کرکے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا۔ جو مجھکو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا۔ کہ اس کی اولاد ہو۔ اور وہ میری وارث ہو۔ وہی میرے خون کے پیاسے۔ وہی میری عزت کے پیاسے ہیں۔ کہ چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اسکا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے۔ جس کو چاہے۔ روسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپکی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہی بیشک وہ طلاق دیدے ہم راضی ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کراکر آپکی بیوی صاحب کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اور بار بار کہا۔ کہ اس سے ہمارا کیا رشتہ باقی رہ گیا۔ جو چاہے سو کرے۔ ہم اوس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا۔ کہیں مر بھی ہوتا ہوتا۔ یہ باتیں آپکی بیوی صاحبہ کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں ذلیل ہوں۔ خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا!
میں نے ان کی خدمت میں خط لکھدیا کہ اگر آپ اپنے ارادے سے باز نہ آئیں اور
اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں۔ پھر جیسا کہ آپکی خود منشاء ہے۔ میرا بیٹا
فضل احمد بھی آپکی لڑکی اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی
بیگم کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپکی لڑکی کو طلاق دیدیگا۔
اگر نہیں دیگا تو میں اسکو عاق اور لاوارث کردونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے
مقابلہ کروگے اور یہ ارادہ اس کا بند کرادو گے تو میں بدل وجان حاضر ہوں اور فضل احمد
کو جو اب میرے قبضہ میں ہے۔ ہر طرح سے درست کرکے آپکی لڑکی کی آبادی کیلئے
کوشش کرونگا۔ اور میرا مال انکا مال ہوگا۔ لہذا آپکو بھی لکھتا ہوں کہ اس وقت کو
سنبھال لیں۔ اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائے۔ اور اپنے گھر
کے لوگوں کو تاکید کردیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کرکے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا
تعالےٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا
فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے۔ تو اسی حالت میں آپکی لڑکی کو گھر میں رکھیگا۔
اور جب آپکی بیوی کی خوشی ثابت ہو ورنہ جہاں میں رخصت ہوا۔ ایسا ہی سب رشتے
ناطے بھی ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ
کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔ (راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ اقبالگنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

دوسرا خط

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے۔ کہ چند روز تک محمدی (مرزا احمد
بیگ کی لڑکی) کا نکاح ہونیوالا ہے اور میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا چکا ہوں۔ کہ اس نکاح
سے رشتے ناطے توڑ دونگا۔ اور کوئی تعلق نہیں رہیگا۔ اسکے لئے نصیحت کی راہ سے
لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جسطرح تم سمجھا
سکتی ہو۔ اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا۔ تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب
اور فضل احمد کو خط لکھدیا ہے۔ کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی
کے لئے طلاق نامہ لکھکر بھیجدے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو
اس کو عاق کیا جائے۔ اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ اسکو

Marfat.com

وراثت کا نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کیطرف سے طلاق نامہ لکھا آجائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا۔ کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے۔ تو پھر اوسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے۔ عزت بی بی کو تین طلاق ہیں سو اسطرح یہ لکھنے سے اُس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا۔ اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا۔ تو مَیں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مَیں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا۔ اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ مَیں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی مجھے قسم ہے اللہ تعالےٰ کی۔ کہ مَیں ایسا ہی کرونگا اور خدا تعالےٰ میرے ساتھ ہے۔ جسدن نکاح ہوگا اوسدن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہیگا"۔ (راقم مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبالگنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

تیسرا خط مرزا جی نے اپنی بہو سے لکھا کر بھیجا جو یہ ہے

"از طرف عزت بی بی بطرف والدہ۔ اس وقت میری بربادی اور تباہی کا خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی۔ اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لیجاؤ۔ پھر میرا اس جگہ پر ٹھیرنا مناسب نہیں"۔

اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارک ہے:۔

"جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے کہ "اگر نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیاں میں آدمی بھیجدو تاکہ اس کو لیجاوے فقط"۔

چوتھا خط

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ۔ آسمانی خسر۔ السلام علیکم و

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ قادیاں میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آں مکرم کی خبر سنی تھی تو
بہت درد اور رنج اور غم ہوا ۔ لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا ۔ اور خط نہیں
لکھ سکتا تھا ۔ اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا ۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں
ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اس کے برابر دنیا میں کوئی اور صدمہ نہ ہوگا خصوصاً
بچوں کی ماؤں کے لئے تو سخت مصیبت ہوتی ہو ۔ خداوند تعالیٰ آپکو صبر بخشے اور
اس کا بدل صاحب عمر عطا فرمائے ۔ اور عزیزی مرزا احمد بیگ کو عمر دراز بخشے ۔ کہ
وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں ۔
آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو ۔ لیکن خداوند علیم جانتا ہے ۔ آپ
کے لئے دعاء خیر برکت چاہتا ہوں ۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن
لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ
کی نسبت مجھکو ہے ۔ آپ پر ظاہر ہو جائے مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا آخری
فیصلہ قسم پر ہوتا ہے ۔ جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے ۔ تو دوسرا
مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کرلیتا ہے ۔ سو ہمیں خدائے تعالیٰ قادر
مطلق کی قسم ہے ۔ کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں ۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے
الہام ہوا تھا ۔ کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا ۔ اگر دوسری جگہ ہوگا
تو خدائے تعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہونگی ۔ اور آخر اسی جگہ ہوگا ۔ کیونکہ آپ میرے عزیز
اور پیارے تھے ۔ اس لئے میں نے عین خیر خواہی سے آپکو بتلایا کہ دوسری جگہ اس
رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا ۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا ۔ جو آپ پر ظاہر نہ کرتا ۔
اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس ہوں ۔ کہ اس رشتے
سے آپ انحراف نہ فرماویں ۔ کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب
برکت ہوگا ۔ اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھولدیگا ۔ جو آپ کے خیال
میں نہیں ۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی ۔ جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے
ہاتھ میں زمین اور آسمان کی کنجی ہے ۔ تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی ۔ اور آپکو
شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے
اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا ۔ کہ جو اس پیشگوئی پر

Marfat.com

اطلاع رکھتا ہے۔ اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشگوئی جھوٹی ہو تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالےٰ ان کو رسوا کریگا۔ اور اپنے دین کی مدد کریگا میں نے لاہور میں جاکر معلوم کیا۔ کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشگوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے۔ اور یہ عاجز جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے۔ ویسے ہی خداوند تعالےٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا ہونے کے لئے معاون بنیں۔ تاکہ خداوند عالم کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالےٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کرسکتا۔ اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ آپکو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے۔ اور اب آپکے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس لئے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین و دنیا دونوں آپکو خدا تعالےٰ عطا فرمائے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرمادیں۔ والسلام (خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد عفی عنہ ۱۷۔ جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعہ) از کلمۂ فضل رحمانی "

سب سے پہلی بات جو ان خطوں سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ مرزا احمد بیگ دہریہ تہا خدا اور رسول کو نہیں مانتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ' بالکل بہتان اور صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کے چوتھے خط میں جو خاص مرزا احمد بیگ کے نام لکھا گیا ہے۔ ایک تو وفات فرزند پر اظہار افسوس ہے۔ دوسرا وجہ تاخیر عزا پرسی کو اپنی بیماری بنایا ہے۔ اور ساتھ ہی قسم کھاکر یہ یقین دلایا ہے۔ کہ میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہے۔ میں آپکا ہمدرد ہوں۔ آپکے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ اور آپ سے دلی محبت اور اخلاص و ہمدردی ہے۔ اور پھر مرزا احمد بیگ کے مسلمان ہونے کا بھی اقرار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ دو مسلمانوں میں جب نزاع ہو تو قسم پر فیصلہ ہونا چاہیئے۔ جب ایک مسلمان قسم کھاوے تو دوسرا فوراً مان لے اور مرزا احمد بیگ کو قسم کھاکر یقین دلانے کے بعد ایک مسلمان کی حیثیت سے امید

Marfat.com

ہم ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق مرزا سلطان احمد کی موت تاریخ نکاح سے اڑھائی سال پر اور احمد بیگ کی موت تین سال پر مقدر تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر الہام واقعی خدا کی طرف سے ہوتا۔ تو منشاء الٰہی یہ تھا کہ مرزا سلطان احمد کی وفات پہلے ہو اور احمد بیگ کی اس سے بعد۔ اس سے شاید یہ غرض ہو کہ جسوقت محمدی بیگم بیوہ ہو جائے اس وقت مرزا احمد بیگ موجود ہو اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ کہ محمدی بیگم باوجود اس کی مخالفت کے ایام عدت کے اندر ہی مرزا صاحب کے پاس چلی آئی اور مرزا صاحب سے نکاح کر لیا۔ اگر منشاءِ الہام یہ نہ ہوتا۔ تو احمد بیگ کی موت کے واسطے بمقابلہ مرزا سلطان احمد کی موت کے وقت کم رکھا جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ ایک منصوبہ تھا جو مرزا صاحب نے خدا کے نام پر افترا کر کے گانٹھا تھا۔ اور در حقیقت خدا کو اس الہام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے خداوند ذوالجلال نے ایک مفتری کے افترا کا بھانڈا یوں پھوڑا۔ کہ جسکو وہ بوقت وفات شوہر محمدی بیگم زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اسکو قبل از وقت اس دنیا سے اٹھا کر مفتری کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور بقول مرزا صاحب تاریخ نکاح سے چھ ماہ کے بعد وہ ایک مدعی کاذب کے افترا کو توڑنے والا بہادر مسلمان داصل بحق ہو کر وارث جنت۔ اللھم اغفرہ وارحمہ وتجاوز عن سیاتہ۔

بجائے اس کے کہ مرزا صاحب کو مرزا احمد بیگ کی قبل از وفات سے کچھ خفت حاصل ہوتی۔ اُلٹا انہوں نے احمد بیگ کی وفات کو پیشگوئی کے ایک جزو کی تکمیل سمجھ لیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ آخر دنیا میں سب لوگ دام افتادوں کی طرح آمنا وصدقنا کہنے والے ہی تو نہیں۔ بلکہ محقق اور عقلمندوں کا وجود دنیا سے مفقود نہیں ہوا۔ اگر احمد بیگ کی قبل از وقت موت ان کی پیشگوئی کی تکمیل ہے تو بتا دیں کہ الہام میں احمد بیگ کی وفات میں میعاد زیادہ کیوں تھی۔ اور اس میں کیا مصلحت تھی۔ کہ اس کی وفات شوہر محمدی بیگم کی وفات سے ۶ ماہ بعد ہو کہا جاتا ہے کہ احمد بیگ نے پیشگوئی کو سنکر خوف نہیں کیا۔ اور اپنی ہٹ پر بدستور قائم رہا۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

" سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ اس کی

بدقسمتی سے اس لئے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیشگوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا۔ اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی۔ اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے۔ کہ پیشگوئی کے وقت نے اپنا منہ دکھایا۔ لہذا احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رخصت ہوگیا۔"

(سراج منیر حاشیہ صہ۱۳)

مگر یہ وجہ اس کی موت کی خود مرزا صاحب کے دوسرے بیان سے باطل ہے اگر مرزا احمد بیگ اس لئے قبل از وقت اور جلدی مرا کہ اس نے پیشگوئی کی عظمت کا خیال نہ کیا۔ اور اس کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا۔ تو یہ عیب مرزا سلطان محمد میں بھی موجود تھا۔

چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"احمد بیگ کے داماد کا یہ تصور تھا۔ کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھکر اسکی پرواہ نہ کی خط پر خط بھیجے۔ اُن سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیجکر سمجھایا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی۔" (اشتہار انعامی چار ہزار حاشیہ صہ۱)

تو کیا وجہ ہے جو تخفیف احمد بیگ کی میعاد میں بقدر ۵ روا رکھی گئی۔ وہی تخفیف داماد احمد بیگ کے حق میں روا رکھکر پانچ ماہ گذرنے پر وہ نہ مرا حالانکہ وہ بھی مثل احمد بیگ کے نہ ڈرا۔ اس سے یہ امر بخوبی روشن ہوگیا۔ کہ مرزا احمد بیگ کی وفات احمد بیگ کے الہام کو خدائے علیم وقادر سے کوئی تعلق نہیں۔ اور بقول مرزا صاحب پیشگوئی کی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی (ضمیمہ انجام آتھم صہ۵۲ و انجام آتھم حاشیہ صہ۲۹) اور ٹانگ ٹوٹنا یہی ہوتا ہے کہ پیشگوئی لنگڑی ہوگئی۔ اور دوسری ٹانگ بعد میں ٹوٹی۔ جس سے یہ مقدس پیشگوئی بالکل بیکار ہوگئی۔

امر سوم یہ کہ نکاح کے بعد احمد بیگ کے خاندان میں تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی۔ مرزائی لٹریچر سے اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ تفرقہ اور تنگی تو نام نشان کو احمد بیگ کے خاندان میں نہیں۔ اگر مرزائی جماعت اپنے مقتدا کے قول کو صداقت کا لباس پہنانا چاہتی ہے۔ تو مہربانی کرکے بتاوے۔ کہ اراکین خاندان میں سے

کس کس میں تفرقہ پڑا۔ وجہ تفرقہ کیا ہوئی۔ اور تنگی کیا واقع ہوئی۔ مگر نہیں کہ مرزا صاحب کی طرح کذب بیانی سے کام لیا جائے بلکہ ثبوت بھی ساتھ ہو۔ مصیبت سے اگر یہ مراد لی جاوے۔ کہ احمد بیگ فوت ہو گیا۔ اس کی وفات باعث مصیبت ہوئی۔ تو یہ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ موت ہر گھر میں ہوتی ہے اور خود مرزا صاحب بکثرت ایسی مصیبتوں کا شکار ہوا کئے۔ احمد بیگ کی قبل از وقت وفات تو مرزا صاحب کے لئے مصیبت ہوئی۔ کہ ان کی پیشگوئی کی تکذیب لازم آئی جیسا کہ ہم بالتصریح اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی مصیبت پیش کریں۔ جو اپنے رنگ میں انوکھی بات ہو تو ہم اوس پر غور کرنے کیلئے تیار ہیں۔

امر چہارم یہ کہ نکاح کے بعد محمدی بیگم کے لئے کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ اس کے متعلق بھی مرزائی لٹریچر میں نہ کوئی ثبوت موجود ہے اور نہ کبھی مرزا صاحب نے اتنی جرأت کی کہ مثل اور خلاف بیانیوں کے یہ کذب بیانی بھی کرتے۔ کہ محمدی بیگم اپنے خاوند کے گھر میں مغموم رہی۔ یا اُسے کوئی تکلیف ہوئی ہے کیونکہ اگر ان کو کذب بیانی سے کوئی امر مانع نہیں ہوتا۔ مگر یہاں ایک زبردست امر مانع تھا۔ کہ اس کذب بیانی پر مرزائی بھی ایمان نہ لاتے۔ کیونکہ ظاہر تھا۔ کہ محمدی بیگم اپنے شوہر کے پاس بڑی خوش ہے۔ خدا اپنے فضل و کرم سے اولاد بھی دے رہا ہے۔ اگر کہیں اتفاقیہ اُس معصومہ کا کوئی بچہ ہی مر جاتا۔ یا اوسکو کبھی نزلہ و زکام ہی کی شکایت ہو جاتی۔ تو مرزا صاحب جھٹ اشتہار شائع کر دیتے۔ کہ دیکھو محمدی بیگم کی امر کراہیت اور غم کی پیشگوئی صحیح ہو گئی۔ اس وقت انہیں یہ خیال ہرگز نہ آتا۔ کہ وہ بیٹا جو عانوائیل "نعم البدل تھا۔ تو دن کا بخار ٹوٹنے کے الہام کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب کی طرف سے الہامی صحت یابی کی مبارکباد کی یادگار رہیں اپنی لڑکی نکاح میں پیش ہو گئی۔ مگر وہ لڑکا جانبر نہ ہو سکا۔ اور اگلے دن مر کر الہام کو کاذب اور لڑکی کو بیوہ کر کے رخصت ہو گیا مگر خداوند ذوالجلال نے چونکہ مفتری کے افترا کو طشت ازبام کرنا تھا۔ اس لئے محمدی بیگم کو کوئی غم اور کراہیت پیش نہ آئی اور مرزا صاحب کا الہام پورا نہ ہوا۔

Marfat.com

امر پنجم یہ کہ محمدی بیگم کا شوہر تاریخ نکاح سے اڑھائی سال تک مر جائیگا۔ اس امر کے متعلق عیاں راچہ بیان۔ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب تو بھولہ برس سے دنیا چھوڑ گئے ہوئے ہیں۔ اور محمدی بیگم کا شوہر تاحال زندہ ہے۔ گذشتہ محاذ جرمن و فرانس کے میدان جنگ میں کام کرتا رہا۔ جہاں بکثرت افواج مارگئیں۔ لیکن جن کی زندگی باقی تھی۔ ان میں مرزا سلطان احمد شوہر محمدی بیگم بھی ہے یُوں تو سب کو مرنا ہے۔ اور بقا صرف ذاتِ الٰہی کو ہے۔ اس لئے اگر اس کی وفات مرزا صاحب کی زندگی میں ہوتی۔ تو مرزا صاحب اور مرزائی جماعت پیشگوئی کا اثر بتا دیتے۔ جیسا کہ آتھم کی وفات پر بتایا۔ مگر خداوند کریم نے جو مفتریوں کو ذلیل کیا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کو اس میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

کہا جاتا ہے کہ مرزا سلطان احمد نے توبہ کی اور پیشگوئی میں توبہ کی شرط موجود تھی اس لئے وہ بچگیا۔ اول تو ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ پیشگوئی میں شرط توبہ موجود نہ تھی۔ بلکہ شوہر محمدی بیگم کی موت قضاء مبرم تھی۔ دوسرا خود مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ شوہر محمدی بیگم نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ تو توبہ کا بہانہ ایک اشک شوئی یا احمقوں کی تسلی کا باعث ہو تو ہو۔ مگر کوئی عقلمند نہیں مان سکتا بلفرض محال اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ شوہر محمدی بیگم نے توبہ کی تو پہلا سوال یہ ہے کہ توبہ کس امر سے کی اور اس کا گناہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر یہ امر غور طلب ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی توبہ کو باعثِ تاخیر موت ٹھیرایا ہے نہ کہ باعث موت مرزا صاحب۔ ذیل کے حوالوں سے ناظرین پر ظاہر ہو جائے گا کہ مرزا صاحب باوجود اس کے کہ سلطان احمد سے موہومی توبہ کرا لیتے ہیں۔ پھر بھی اپنے نکاح کا راگ گاتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں :-

"باقی رہی احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی سو احمد بیگ پیشگوئی کی میعاد کے اندر فوت ہو گیا جس سے ہمارے کسی مخالف کو انکار نہیں گویا پیشین گوئی کی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ رہا اس کا داماد سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا

سے بیشک ایک ٹانگ ٹوٹ کر پیشگوئی لنگڑی ہو گئی عمر کہ شک آرد... گردد ۱۲ منہ

تھا کہ گویا قبل از موت مرگیا۔ اور اس بات کو کون نہیں سمجھ سکتا کہ جب ایک ہی پیشگوئی دو شخص کی موت کی خبر دیوے اور ایک ان میں سے مرجاوے تو دوسرے پر اس موت کا طبعاً و فطرتاً اثر پڑتا ہے۔ سو اس جگہ ایسا ہی ہوا لہذا سنت اللہ کے موافق جس کا ذکر ہم بار بار لکھ چکے ہیں۔ اس وعید کی میعاد میں تخلف ہوگیا ہے۔" (انجام آتھم صفحہ ۲۹ حاشیہ)

مضمون صاف ہے اور کسی شرح کی ضرورت نہیں رکھتا۔ مطلب یہ ہے کہ سلطان احمد بھی احمد بیگ کی موت سے خوفزدہ ہوگیا۔ اس لئے اس کی موت کا وقت ٹل گیا۔ اس پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے مرزا صاحب آگے چلکر اس کو اور زیادہ واضح لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ کہ:۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کا انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کردیگا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے۔ اور وقتوں میں تو کبھی استعارات کا بھی دخل ہوجاتا ہے یہانتک کہ بائیبل کی بعض پیشگوئیوں میں دنوں کے سال بنائے گئے ہیں۔" (انجام آتھم ص۳۱ حاشیہ)

اس کا مطلب بھی صاف ہے کہ اڑھائی سال کی میعاد اصل منشاء الہام نہیں بلکہ وقتوں میں استعارہ ہوتا ہے۔ دنوں میں مراد سال ہوا کرتے ہیں۔ اسلئے اگر اڑھائی سال میں داماد احمد بیگ نہیں مرا تو نہ سہی۔ آخر مرجائے گا۔ اور یہ اس قدر زور سے کہا گیا کہ صاف لفظوں میں اقرار ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پیشگوئی پوری نہ ہوگی۔ اور اگر سچا ہوں تو ضرور پوری ہوگی۔ ناظرین الفاظ زیر خط کو خاص توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ غرضیکہ داماد احمد بیگ ضرور ہی مرزا صاحب کی زندگی میں مریگا۔ خواہ کبھی مرے اس بحث کو بڑھاتے ہوئے آگے چلکر اور زیادہ واضح کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ:۔

"صاف ظاہر ہے کہ آتھم کی پیشگوئی اور اس پیشگوئی میں تین شخص کی

نہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۱۲ منہ

موت کی خبر دی گئی تھی۔ سو ان میں سے دو فوت ہو چکے صرف ایک باقی ہے۔ سو اس کا انتظار کرو" (انجام آتھم ص۳۲ حاشیہ)

اس مضمون کو مرزا صاحب نے انجام آتھم کے ص۲۱۶ سے شروع کر کے صفحہ ۲۲۹ تک عربی زبان میں لکھا۔ اور بعد اس کے تحت اللفظ فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں داماد احمد بیگ خاندان احمد بیگ پر خوف بیان کرنا ان کا رونا پیٹنا ذکر کیا ہے۔ اور اسی خوف اور غم اور گریہ و بکا کو باعث تاخیر موت قرار دیکر کہتے ہیں کہ:۔

"ثم ما قلت لکم ان القضیۃ علی هذا القدر تمت و النتیجۃ الاخرۃ هی التی ظهرت و حقیقۃ النباء علیها ختمت بل الامر علی حالہ و لا یردہ احد باحتیالہ و القدر قدر مبرم من عذاب العظیم و سیاتی وقتہ بفضل اللّٰہ الکریم فو الذی بعث لنا محمدن المصطفٰی و جعلہ خیر الرسل و خیر الوری ان هذا حق فسوف تری و انی اجعل هذا النباء معیار الصدقی او کذبی" (انجام آتھم ص۲۲۳)

بار شمارا ایں نگفتہ ام کہ ایں مقدمہ برہمیں قدر باتمام رسید۔ و نتیجہ آخری ہماں است کہ بظہور آمد و حقیقت پیشگوئی بر ہماں ختم شد بلکہ وصل امر بر حال خود قائم است و ہیچکس بحیلہ خود او را رد نتواں کرد و ایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است و عنقریب وقت آں خواہد آمد پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم را برائے ما مبعوث فرمود و او را بہترین مخلوقات گردانید کہ ایں حق است و عنقریب خواہی دید و من ایں را برائے صدق خود یا کذب خود معیار مے گردانم"

فارسی ترجمہ جو ہم نے نقل کیا ہے مرزا صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ اسکا اردو ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"پھر میں نے تم کو یہ نہیں کہا ہے کہ قصہ اتنے پر (یعنی داماد احمد بیگ کے خوف وغیرہ پر) ہی تمام ہو گیا اور نتیجہ آخری وہی ہے جو ظاہر ہو گیا۔ اور پیشگوئی کی حقیقت اسی پر ختم ہو گئی۔ بلکہ اصل بات (یعنی داماد احمد بیگ کی موت) اپنے حالی پر قائم ہے اور کوئی شخص اپنے حیلہ سے اس کو رد نہیں کر سکتا۔ اور

اور یہ تقدیر (یعنے داماد احمد بیگ کی موت) تقدیر مبرم (یعنے قطعی اور اٹل) ہے خدائے عظیم کی طرف سے اور عنقریب اس کا وقت آنیوالا ہے پس اُس خدا کی قسم ہے جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان کو رسولوں اور لوگوں سے بہتر بنایا۔ کہ یہ (میرا کہنا) حق ہے اور عنقریب تو دیکھ لیگا اور میں اس پیشگوئی کو اپنے سچا یا جھوٹا ہونے کے لئے معیار بناتا ہوں"۔

مرزا صاحب کے اس بیان سے ثابت ہُوا کہ باوجود اس کے کہ داماد احمد بیگ یا اس کے متعلقین مرزا صاحب مخالفین کا خوف یا توبہ یا رونا پیٹنا تاخیر موت کا باعث ہو گیا۔ مگر جھگڑا یہیں ختم نہیں ہُوا۔ بلکہ داماد احمد بیگ ضرور مریگا۔ اسکے علاوہ اس سے بھی زیادہ واضح کر کے مرزا صاحب اس وعدہ کو دوسرے مقام پر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:-

"سوچا ہوئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سب سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جسوقت یہ سب باتیں پوری ہو جائینگی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے! اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ اُن کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کیطرح کردینگے سنو اور یاد رکھو کہ میری پیشگوئیوں میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو خدا کے نبیوں اور رسولوں کی پیشگوئیوں میں ان کا نمونہ نہ ہو۔ بے شک یہ لوگ میری تکذیب کریں۔ بیشک گالیاں دیں۔ لیکن اگر میری پیشگوئیاں نبیوں اور رسولوں کی پیشگوئیوں کے نمونہ پر ہیں۔ تو ان کی تکذیب انہیں پر لعنت ہے۔ چاہئے کہ اپنی جانوں پر رحم کریں۔ اور روسیاہی کے ساتھ نہ مریں۔ کیا یونس کا قصہ انہیں یاد نہیں کہ کیونکر عذاب ٹل گیا۔ جس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور اس جگہ تو شرطیں موجود ہیں۔ اور احمد بیگ کے اصل وارث جن کی تنبیہ کے لئے یہ نشان تھا۔ اس کے مرنے کے بعد پیشگوئی سے ایسے متاثر

لے لعنۃ اللہ علی من کذب و یفتری علی اللہ تعالیٰ وعلیٰ رسولہ الکذب۔

Marfat.com

ہوئے تھے کہ اس پیشگوئی کا نام لے لے کر روتے تھے اور پیشگوئی کی عظمت دیکھ کر
اس گاؤں کے تمام مرد عورت کانپ اٹھے تھے اور عورتیں چیخیں مار کر کہتی
تھیں۔ کہ ہائے وہ باتیں سچ نکلیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک غم اور خوف میں
تھے۔ جبتک کہ ان کے داماد سلطان محمد کی میعاد گذر گئی۔ پس اس تاخیر کا
یہی سبب تھا۔ جو خدا کی قدیم سنت کے موافق ظہور میں آیا۔ خدا کے الہام میں
جو توبی توبی ان البلاء علی عقبك ۱۸۸۶ء ہوا تھا۔ اس میں صریح شرط
توبہ کی موجود تھی۔ اور الہام کذبوا بایتنا اس شرط کی صاف ادا کر رہا تھا۔
پس جب کہ بغیر کسی شرط کے یونس کی قوم کا عذاب ٹل گیا تو شرطی پیشگوئی
میں ایسے خوف کے وقت میں کیوں تاخیر ظہور میں نہ آتی۔ یہ اعتراض کیسی بے ایمانی
ہے۔ جو تعصب کی وجہ سے کیا جاتا ہے یعنی نبیوں کے حوالے بیان کر دیئے۔
حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے رکھدیا مگر یہ نابکار قوم ابھی تک حیا اور
شرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔
یاد رکھو کہ اس پیشگوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی۔ تو میں ہر ایک بد سے بدتر
ٹھیرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں
یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب
ذوالجلال جس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ان کی سنتوں اور طریقوں
کا تم میں علم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو یہ ابتلاء پیش آیا"۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۱،۳۲)

اس طولانی گنجینہ سب وشتم میں سے گالیاں اور کذب بیانیاں الگ کرنے
کے بعد مطلب صاف ہے۔ کہ داماد احمد بیگ کی موت میں تاخیر صرف توبہ و خوف
کے سبب سے ظہور میں آئی۔ اسپر بھی پیشگوئی پوری ہوگی۔ یعنے وہ ضرور
مرے گا۔ اور محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے ہوگا۔ اس سے بڑھکر
مرزا صاحب اسی مندرجہ بالا عبارت کے حاشیہ میں اور زیادہ وضاحت
کرتے ہیں۔ اور نکاح کو بھی امر مبرم سے زیادہ وقعت دیتے ہیں۔ اس لئے
کہتے ہیں کہ :۔

"اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی

پہلے سے ایک پیشنگوئی فرماتی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنے وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن سیہ دل منکروں کو اُن کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی" (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صد ۵۳)

اس بیان نے اس معاملہ کو ضرورت سے زیادہ صاف اور واضح کر دیا کہ نکاح ضرور ہوگا۔ اگرچہ یہ مضمون مرزا صاحب کی دوسری تصانیف سے بھی مل سکتا ہے مگر اتنے حوالے اس بحث میں بہت ہی کافی ہیں۔ اس ساری طول بیانی کا مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ داماد احمد بیگ کی وفات کی میعاد میں تخلف تو ہو گیا اور موت میں تاخیر بسبب توبہ و خوف وغیرہ کے ہوگئی مگر آخر یہ نکاح ضرور ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اب مرزائی جماعت کا یہ کہنا کہ نکاح بسبب اس کے کہ داماد احمد بیگ نے توبہ کی غیر ضروری ہے۔ نہ صرف غلط بلکہ خود مرزا صاحب کی اپنی بیان کردہ تصریحات کے خلاف ہے۔

کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی کوئی بات باقی نہیں رہی۔ آخر ثابت ہوا کہ بقول مرزا صاحب واقعی یہ افترا علے اللہ ٹھیرا۔ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ٹھیرا۔ آخر مطابق اقرار خود مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوئے داماد احمد بیگ ابتک زندہ ہے۔ مرزا صاحب کہاں ہیں۔ اسکا جواب شاید مرزائی جماعت کچھ دے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مثل دیگر مفتریان علے اللہ کے اس دنیا کو چھوڑ گئے اور شوہر محمدی بیگم کا ان کی زندگی میں مرنا تو درکنار ۱۹۱۹ء کے اختتام تک بھی وہ زندہ سلامت ہے۔

خدا اس کو برکت دے وہ آیت من آیات اللہ ہے جسکی زندگی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قائم رکھکر ایک مفتری علی اللہ کے افترا کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ مرزا صاحب

کی اس ناکامی باصطلاح مرزا صاحب ان کے قطع حیات پر واقعی دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اگرچہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے ہمیں مرزا صاحب کی ناکامی پر خوشی ہے۔ تاہم ایک ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب آخر توبہ کرکے نہ مرے۔ افسوس۔

اگرچہ مسلمانوں کو حق حاصل ہے۔ کہ جماعت مرزائیہ سے سوالات پوچھیں کہ

اب مرزا صاحب جھوٹے ہیں یا نہیں؟

مرزا صاحب کے الہام افترا علی اللہ ٹھیرے ہیں یا نہیں؟

کون لوگ بیدین ثابت ہوئے؟

کون لوگ سوروں اور بندروں کی شکل بن گئے۔

مرزا صاحب کی پیشگوئی کس مفتری خبیث کا کاروبار ثابت ہوئی وغیرہ وغیرہ مگر ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ کے زخموں پر نمک نہ چھڑکیں اور ان سوالات کے حق سے دستبردار ہوجاویں۔ ناکامی کی ذلت و رسوائی و خفت ان کے لئے کافی سے زیادہ سزا ہے۔ مرزا صاحب خود اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار مقرر کرگئے ہیں۔ کیا انکا کاذب اور مفتری علی اللہ ثابت ہوجانا کچھ کم ہے۔ کہ اور سوالات کی بوچھاڑ ان پر کی جائے۔

امر ششم محمدی بیگم بعد وفات شوہر ایام عدت کے اندر ہی مرزا صاحب کے پاس آکر پناہ لیگی۔ دنیا میں تو اس واقعہ کا ظہور نہیں ہوا۔

افسوس۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

امر ہفتم محمدی بیگم جب مرزا صاحب کے پاس آئیگی تو پہلی سیرت پر ہوگی یعنے باکرہ۔ امر مرزا صاحب نے اس اعادہ سیرۃ کو شاید کسی تقوے و طہارت کی بناپر جائز رکھا ہو۔ یا شاید ڈاکٹروں کی کوئی تحقیق یہ نتیجہ ظاہر کرتی ہو۔ کہ ایک عورت تاریخ نکاح سے اڑہائی سال کے بعد بیوہ ہونے پر باکرہ ہوسکتی ہے یہ امور ہوں یا نہ ہوں مگر مرزا صاحب کے خیالات پاکیزہ اور نفوس قدسیہ کا صحیح پتہ اس خواہش یا امید سے ضرور مل رہا ہے۔ کیوں نہ ہو جود ہوش صدی

کے نبی مہدی مسیح کرشن وغیرہ وغیرہ جو ہوئے۔

امر ہشتم آخر کار خدا تمام موانع کو دور کر کے اس کا نکاح مرزا صاحب سے کر دیگا اگر مرزائی جماعت کہدے کہ نکاح ہو گیا تو ہم بھی مبارکباد دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم نے دعوت ولیمہ نہ کھائی۔

امر نہم جب نکاح ہو جاویگا تو بے دین مسلمان ہو جائیں گے اور گمراہوں میں ہدایت پھیلے گی۔ خداوند ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ سے حق کو حق اور باطل کو باطل ظاہر کر دیا۔ مگر افسوس کہ بیدین مسلمان نہ ہوئے اور گمراہوں میں ہدایت نہ پھیلی۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ کی بین تفسیر موجود ہو گئی۔

امر دہم یہ پیشگوئی مرزا صاحب کے صدق و کذب کا معیار ہے بلکہ اسی پر ان کے صدق و کذب کا انحصار ہے۔

ہماری درخواست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں جہاں جہاں اس مضمون کو ادا کیا ہے۔ مرزائی جماعت اسے غور سے پھر مطالعہ کرے۔

تتمہ نکاح آسمانی

سوال یہ ہے کہ اب مرزائی جماعت کا اتنی تصریحات کے بعد اس پیشگوئی کے متعلق کیا خیال ہے۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جماعت مرزائیہ میں بقول مولوی ثناءاللہ صاحب اس کے متعلق دو فریق ہو گئے۔ اور دونوں کے خیالات کا ماخذ مرزا صاحب کی اعجازی تھیلی کا ایک ہی کرشمہ ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا۔ یہ درست ہے مگر جب کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کیلئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط یہ بھی تھی جو اسی وقت شائع کیگئی تھی اور وہ یہ کہ ایتھا المرءۃ توبی توبی فان البلاء علٰی عقبک پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا

یا تاخیر میں پڑ گیا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۲)

یہ تو ناظرین ہمارے مضمون میں اوپر پڑھ آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس میں جھوٹ بولا ہے کوئی شرط توبہ کی پیشین گوئی میں درج نہیں بلکہ نکاح یقینی اور داماد احمد بیگ کی موت کو تقدیر مبرم یعنے قطعی الصدور تھی۔ اس لئے ہم یہاں اعادہ کر کے مضمون کو طویل نہیں کرتے۔

دوسرا یہ کہ توبی توبی کا خطاب اور الفاظ ایتھا المرأۃ میں صرف ایک عورت مخاطب ہے۔ اس کی نسبت یہ لکھنا کہ ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا۔ نہ صرف دروغگوئی ہے بلکہ احمقوں کو دھوکا دینا ہے۔ قطع نظر ان کذب بیانیوں کے واقعی مرزا صاحب کی حالت قابل رحم ہے پھر افسوس کہ وہی مرزا صاحب جو داماد احمد بیگ کی موت کا فتوے بصورتِ تقدیر مبرم سناتے تھے۔ وہی جو اپنی جماعت کو تسلی دیتے تھے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔ وہی جو منافقین کو منتظر نہ رہنے کے سبب گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جس روز میرا نکاح ہؤا تمہاری ناک کٹ جائیگی۔ وہی جو کہتے تھے کہ سوروں اور بندروں کی شکل تمہاری ہو جاوے گی۔ آہ آج بے بسی کی حالت میں مایوس ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہؤا ہے کہ "نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ خود معیار صدق و کذب ہؤا۔

بہرحال دو فریق میں سے ایک فریق کہتا ہے کہ مرزا صاحب کا نکاح فسخ ہو گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس فریق کا سرگروہ مفتی محمد صادق ہے جس نے کتاب "آئینہ صداقت" لکھی ہے۔ اس کے ص۲۴ پر انہوں نے[۱] فسخ کی صورت کو اختیار کیا ہے۔ ممکن ہے کہ مرزائی گروہ کی اس سے تسلی ہو گئی ہو لیکن سوال پھر باقی رہتا ہے کہ بہت اچھا صاحب نکاح نے تو فسخ ہونا تھا ہو لیا۔ مگر مرزا صاحب کی صداقت بھی ساتھ فسخ کیوں نہ ہوئی۔ جبکہ یہ نکاح معیار صداقت تھا۔

دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ نکاح تاخیر میں پڑ گیا اس فریق کے سرگروہ مولوی حکیم نور الدین بھیروی ہیں جنکو یہ عزت بھی حاصل ہے کہ وہ مرزا صاحب کے اول الخلیفہ ہیں اسلئے مفتی محمد صادق کے مقابلہ میں انکا خیال زیادہ معتبر مانا جائیگا

[۱] افسوس کہ کتاب آئینہ صداقت ہمارے پاس نہیں اور نہ ہی ملی۔ اسلئے ہم نے بحوالہ مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کیا اگر کتاب ملتی تو ہم اصل عبارت نقل کر دیتے ۱۲ منہ

ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھکر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اُس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اُس کی لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں ملسکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بار بار عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہوجائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میرے عقیدہ میں تزلزل نہیں آسکتا (ریویو بابت ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۷۹)

حکیم صاحب چونکہ بڑے فلسفی بڑے منطقی اور حکیم بھی تھے اُن کے علم وفضل کا بہت شہرہ ہے۔ بات تو اُنہوں نے مزہ دار پیدا کی کہ محمدی بیگم کی لڑکی کی لڑکی جہانتک نیچے سلسلہ چلا جاوے مرزا صاحب کے لڑکے کے لڑکے پوتے پڑوتے یا جہانتک بھی یہ سلسلہ نیچے جاوے۔ اگر ایسی جوڑی کا کبھی نکاح ہوگیا۔ تو پیشینگوئی پُوری ہوجائیگی۔ دلیل بہت عمدہ بیان کی کہ علم فرائض میں بنات البنات حکم بنات میں ہیں مگر افسوس کہ

چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

شائد حکیم صاحب کو لکھتے وقت یہ خیال نہ رہا ہوگا کہ درصل یہ مرزا صاحب کی تائید نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تردید ہورہی ہے۔ وہ تو اِس نکاح کو اپنے لئے معیار صدق قرار دیتے ہیں اور حدیث کے الفاظ یتزوج ویولد لہ سے استدلال کے فتوے لگاتے ہیں کہ اگر داماد احمد بیگ کے مرنے کے بعد مجھ سے محمدی بیگم کا نکاح نہ ہُوا تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا اور آپ ان کی زندگی میں ان کے بدسے بدتر بنانے کا فتوٰے صادر کررہے ہیں

ہم یہ بدظنی تو نہیں کرسکتے کہ حکیم صاحب کی فہم و فراست نے دھوکا کھایا یا وہ سمجھ نہیں سکے وہ بڑے فاضل تھے ضرور اصل حقیقت سے آگاہ ہونگے۔ بلکہ پرائیویٹ طور پر اِس پیشگوئی کی اصلی غرض و غائت سے کماحقہ ماہر ہونگے

پھر اُنہوں نے یہ کیوں کہا۔ سُنئے ہم بتاتے ہیں کہ اُن کی زبان سے یہ الفاظ کیوں نکلے۔ چونکہ حکیم صاحب مرزا صاحب کے رفیق تھے اور مذہب جدید بنا لیے میں جن منصوبوں سے کام لیکر احمقوں کو دام تزویر میں پھنسانا ہوتا تھا وہ انکے مشورہ کے بغیر ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے دو امور انکو مجبور کرتے تھے کہ وہ ایسا خیال ظاہر کریں۔

اوّل یہ کہ اگر وہ یہ نہ کہتے تو مرزا صاحب کی رفاقت ٹوٹ جاتی اور ایک رفیق انیس کا فرض ہے کہ لغزش پر بھی رفیق کا پاؤں نہ پھسلنے دے اور اگر رفیق رگر بھی پڑے اُسے چوٹ بھی لگ جائے تو بھی قسم کھانے کے لئے تیار ہو کہ گرا بھی نہیں چوٹ کیسے لگتی۔ آفرین ہے حکیم صاحب پر رفاقت کو خوب نباہا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حکیم صاحب اور مرزا صاحب اچھی طرح سے جانتے تھے اور اُنہیں یقین کامل تھا کہ جو جماعت ہمارے ہاتھ میں ہے ایسی عقل کی اندھی ہے کہ کتنی ہی بیہودہ بات اُس کو سُنا دی جائے۔ وہ بلا چون وچرا آمنّا و صدّقنا کہنے کو تیار ہو جاویگی۔ اس حوصلہ نے اُن سے یہ فضول بات کہلوا دی۔ اور کام بھی نکل گیا۔ حمقا و سفہا نے سمجھ لیا کہ جب حکیم صاحب جیسے فاضل اجل کو عقیدہ میں تزلزل نہیں آسکتا تو ہم بھی کیوں پہاڑ نہ بن جاویں۔

زمیں جنبد نہ جنبد میرزائی

بہرحال حکیم صاحب تاخیر میں ڈالیں اور خواہ ہزارویں پشت میں بھی کسی کا نکاح کرادیں اور مفتی صاحب نکاح کو فسخ کردیں۔ کچھ بھی ہو۔ مگر فیصلہ مرزا صاحب کے اپنے مقرر کردہ اصول کی بنا پر اُن کے خلاف ہے اور آخر مرزا صاحب بڑی صفائی سے کاذب ثابت ہوئے۔

پیشگوئی کی غرض و غایت

ناظرین حیران ہونگے کہ آخر اس پیشگوئی کی غرض و غائت کیا تھی اور اس زور و شور سے اس نکاح کے دعووں میں کیوں معرکے کے زوردار منصوبے باندھے گئے؟ مخالفین مرزا صاحب کا اس میں اختلاف ہے۔ ہر ایک شخص بخیال

خود اپنے پاس کوئی نہ کوئی دلیل رکھتا ہے اور ایسے دلائل خواہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں - پھر بھی مرزا صاحب کے دلائل کے مقابلہ میں نہایت ہی قوی ہیں مثلاً عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشینگوئی صرف حصول انداز شہوانیہ کی غرض سے تھی اور اس پر وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو الہام مشتہر کیا کہ ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ یعنی اے مرزا خوف نہ کرو - ہم اُس عورت (محمدی بیگم) کو پہلی سیرت پر واپس لائیں گے - یعنی اس کو کنواری بنا دیں گے - یہ الہام خواہ اس لئے گھڑا گیا ہو کہ مخالفین دوسری جگہ اُسکا نکاح ہونے سے تمسخر نہ اُڑائیں تو بات بنالی جاوے اور کہدیا جاوے کہ دوسرے نکاح سے ازالہ بکارت کے سوا اور کوئی نقصان تو نہیں ہے اسکا خدا نے ذمہ اُٹھالیا کہ میں پھر اُسے کنواری بنا دونگا - یہ غرض ہو یا اور کوئی پہلو اس میں مضمر ہو - بہرحال اس سے اتنا پتہ تو ضرور چل جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے جذبات کس حد تک تقدیس کو لئے ہوئے ہیں - بہرحال یہ دلیل کمزور نہیں -

مگر ہم ان سب دلائل کو الگ رکھکر جب تمام معاملات پر روشنی ڈالتے ہیں - تو ہماری رائے میں کسی کی کانشنس کو مطعون بنانے کی ضرورت نہیں - اصلی غرض اس پیشگوئی سے کچھ اور ہے -

وہ یہ کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہونے والے تھے وہ چاہتے تھے کہ کچھ امور ان کو ایسے حاصل ہو جاویں جن کو بطور نشان صداقت لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں - اسی لئے انہوں نے اندھا دھند پیش گوئیاں شروع کر دیں - کہ اگر ان میں سے کوئی بھی سچی نکل آئی تو اپنا اُلو سیدھا ہے - ورنہ کوئی نہ کوئی پہلو نکالکر تاویل کرلی جائیگی - ہمارا خیال ہے کہ نکاح والی پیشگوئی کے پورا ہونے کا نہ صرف اُنکا خیال تھا بلکہ انکو تعلقات و اسباب پر اس قدر بھروسہ تھا کہ انہیں یقین کامل تھا کہ یہ نکاح ضرور ہو جائیگا - یہی وجہ تھی کہ اس پیشینگوئی میں انہوں نے کوئی شرط نہ رکھی اگرچہ بعد میں بات بنانی چاہی - پھر بھی چونکہ اپنے صدق و کذب کا معیار قائم کر چکے تھے اس بات پر اڑے رہے کہ داماد احمد بیگ آخر ضرور مرجاویگا اُسکی تقدیر مبرم ہے - اگر انکو پورا بھروسہ نہ ہوتا تو اس میں بھی وہ آتھم کے رجوع والے

Marfat.com

احق کی طرح کوئی شرط لگا دیتے اور پھر تقدیر مبرم پر زور نہ دیتے معلوم ہوتا ہی کہ احمد بیگ مرحوم ضرور ایک پکا مسلمان تھا - جیسا کہ خود مرزا صاحب اس کو ایک پکا مسلمان سمجھ رہے ہیں - ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مرزا صاحب کے عقائد یا دعاوی کا مخالف اور اُن کے دعاوی کو دعاوی باطلہ سمجھتا ہوگا - لڑکی تو اُن کی نا کدخدا تھی اُنپر اپنا رعب جمانے کے لئے یہ منصوبہ گانٹھ لیا کہ اُس لڑکی کا نکاح خدا نے مجھ سے کردیا - ممکن ہے کہ احمد بیگ کی نسبت اُسے یہ خیال نہ ہو کہ وہ مان لیگا لیکن احمد بیگ کی ہمشیرہ اور بہنوئی و دیگر مستورات سے انہیں کامل توقع تھی کہ عورتیں عموماً جلد ڈر جاتی ہیں - وہ احمد بیگ اور اُس کے داماد کی موت کا فتویٰ سُنکر ڈر جائیں گی - اور احمد بیگ کو رضی کر لینگی - دباؤ کا ایک ذریعہ زبردست یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب کے بیٹے فضل احمد کی زوجہ مسمات عزت بی بی احمد بیگ کی ہمشیرہ زادی تھی - اُسکی نسبت جب یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ اُس کو طلاق دلوا دی جائیگی اور اگر اسکا شوہر طلاق نہ دیگا تو اُسے عاق کر کے نکالدیا جائیگا - تو یقین کامل تھا کہ احمد بیگ کی ہمشیرہ ہرگز اسپر تیار نہ ہوگی کہ اپنی لڑکی کو مطلقہ ہوا دے یا داماد کو عاق کرا کر مفلس بنا دیوے - ضرور تھا اور امید تھی کہ وہ اپنے بھائی کو یہ کہکر رضی کر دیگی کہ اگرچہ بلحاظ عمر کے محمدی بیگم سے مرزا صاحب کو کوئی نسبت نہیں پھر بھی کوئی غیر نہیں - بہتر ہے کہ نکاح کردو - تاکہ عزت بی بی کو طلاق کا روز بد نہ دیکھنا پڑے - چنانچہ مرزا صاحب نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا کہ کیا میں چوہڑا چمار تھا کہ مجھے لڑکی دینا عار سمجھا گیا - مرزا صاحب کا خیال تھا کہ یہ کام میرا ضرور ہو جائیگا - اور یہ کامیابی میں مخالف مسلمانوں - آریوں و عیسائیوں کے مقابلہ میں پیش کر کے اپنی صداقت کا نشان بنا لونگا - یہی وجہ ہے کہ وہ اس پیشنگوئی پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے تھے - مگر خدا کو منظور نہ تھا - اگرچہ مرزا صاحب کی پیشنگوئیاں اور بھی ہیں جنپر علماء اسلام کی طرف سے تنقید ہو چکی ہے - ہم جیسا کہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ کسی شخص کا ایک جھوٹ بھی ثابت ہو جائے تو وہ ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور چونکہ آتھم اور نکاح آسمانی کی پیشنگوئیوں میں مرزا صاحب کی کئی کئی کذب بیانیاں ثابت ہیں اس لئے باقی پیشنگوئیوں پر

Marfat.com

تنقید کرنے کی ضرورت نہیں اور انصاف پسند اور طالبان حق کے لئے اس سے زیادہ تحقیق کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ احمدیوں کی تحقیق کے بعد یہ امر بدیہی ہے کہ پانچویں اور چھٹی تنقیحات مرزائی گروہ کے خلاف اور مخالفین کے حق میں ہے۔ کئی طرح کے دہوکے دیئے فریب کئے۔ لالچ دئے۔ منت سماجت کی۔ جیساکہ انکے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کئی طرح کی کذب بیا نیاں کیں مگر خاندان کی عورتیں مردوں سے بھی سخت اور زیادہ بیخوف ہوگئیں اور ہمشیرہ احمد بیگ نے صاف لفظوں میں کہدیا کہ ہم نہیں جانتے۔ یہ (مرزا) کون بلا ہے۔ مرتا بھی نہیں۔ ہمارا اس سے کیا تعلق ہے۔ عزت بی بی برائے نام آباد ہے وہ بھی آباد نہ رہے تو کوئی پرواہ نہیں۔ جبکہ مرزا صاحب خود ان امور کو اپنے خط میں ظاہر کرتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ نتیجہ اُن کے خیال کے خلاف نکلیگا۔ اور عورتیں بجائے نرم ہونے اور خوف کھانے کے اُلٹا سخت پتھر بنگئیں۔ احمد بیگ کی قبل از وقت وفات درحقیقت مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے ایک کافی ثبوت تھا۔ مگر مرزا صاحب نے اس کو اپنی کامیابی کے رنگ میں اسکو پیشگوئی کی ایک جزو کی تکمیل قرار دیکر پھر ایک دفعہ عورتوں کو ڈرانے میں کوشش کی۔ اور داماد احمد بیگ کی موت کو تقدیر مبرم ٹھیرایا اور غرض اس سے یہ تھی کہ احمد بیگ کی موت کا اثر عورتوں پر پڑے۔ اور وہ مستورات خاندان داماد بیگ سے ملکر داماد احمد بیگ کو مشورہ دیں اور مجبور کریں۔ کہ تم محمدی بیگم کو طلاق دیدو۔ ایسا نہ ہو کہ سچ مچ تم بھی مرجاؤ۔ اگر وہ مان لیتا اور طلاق دیدیتا اور محمدی بیگم مرزا صاحب کے نکاح میں آجاتی تو یہ کہدیا جاتا کہ داماد احمد بیگ کا صرف اتنا ہی قصور تھا کہ اس نے نکاح کیا تھا۔ اب اس نے طلاق دیدیا ہے۔ اس لئے اس کی موت ٹل گئی۔ اور یہ واقعہ خاصہ نشان صداقت بنجاتا۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب کا یہ داؤ بھی نہ چلا۔ دنیا سے بصد حسرت وناکام رخصت ہوئے ؎

گئے دونوں جہان کے کام سے وہ نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے رہے

یُوں تو علیمٌ بذات الصدور ہر ایک کے دل کا حال جانتا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں اس پیشگوئی کی غرض وغایت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور قرائن اسی کی شہادت دیتے ہیں اور غالباً یہی صحیح ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ نکاح آسمانی

مارچ ۲۴ء کے ریویو آف ریلیجنز کے صفحہ ۵ پر میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی اس پیشگوئی کے متعلق ایک مختصر تحریر شائع ہوئی ہے۔ اگرچہ مضمون نگار نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ مرزا جی کی یہ پیشگوئی صحیح نکلی اور زور قلم صرف اس میں دکھایا ہے۔ کہ محمدی بیگم کی خالہ اور فلاں فلاں رشتہ دار مرزائی ہو گئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا محمدی بیگم اور اس کے شوہر نے بھی مرزا جی کی بیعت کر لی تھی؟ اگر نہیں کی تو رشتہ دار عورتوں کا مرزائی ہونا ان کی بریت کی دلیل کیوں ہو۔ لیکن انجام آتھم میں مرزا جی نے انکی موہومی توبہ باعث التوائے موت قرار دی ہے اور پھر زور سے دعوےٰ کیا ہے کہ اس توبہ کے باوجود بھی یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہیگی۔ مرزائی جماعت اس کا جواب دے۔ نیز یہ بتائے کہ مرزا سلطان محمد داماد احمد بیگ کا جرم کیا تھا جسکی پاداش میں اُسے موت کا فتوےٰ سنایا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جرم یہ تھا کہ اُسنے مرزا جی کی منکوحہ آسمانی سے نکاح کر لیا تھا۔ توصورت توبہ یہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی بیوی سے دستبردار ہو جاتا مگر اس غیر تمند مسلمان کی غیرت کا تقاضا یہ کیونکر ہوتا۔ اسلئے یہ کہنا کہ وہ مخالفت سے باز آ گیا۔ اسلئے عذاب ٹل گیا۔ ایک بیہودہ بات ہے۔

جس خط پر ناز کیا جاتا ہے کہ مرزا سلطان محمد نے لکھا اور اس کا عکس تشحیذ الاذہان میں چھپ گیا اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا سلطان محمد پہلے بھی مرزا جی کی مخالفت نہ کرتے تھے۔ اس سے تو اور بھی مرزا جی کی تکذیب ہوتی ہے جو مخالفت ہی نہیں کرتا تھا۔ اس کا مخالفت سے باز آنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

خیر یہ تو تمہید تھی میں ناظرین کو ایک اور مژدہ سناتا ہوں جس سے مرزائے قادیانی بدرجہ غایت جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ اور صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب انکی کذب بیانی کی تصدیق فرماتے ہیں ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں:۔

محمدی بیگم والی پیشگوئی

اب واقعہ یوں ہوا کہ حضرت مسیح موعود کا ایک اور چچازاد بھائی مرزا غلام حسین تھا جو عرصہ سے مفقود الخبر ہو چکا تھا۔ اور اس کی جائداد اسکی بیوی امام بی بی کے نام ہو چکی تھی۔ یہ امام بی بی مرزا احمد بیگ مذکور کی بہن تھی۔ اب مرزا احمد بیگ کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ مسمات امام بی بی اپنی جائداد اسکے لڑکے مرزا محمد بیگ برادر کلاں محمدی بیگم کے نام ہبہ کر دے لیکن قانوناً امام بی بی

اس جائداد کا ہبہ بنام محمد بیگ مذکور بلا رضامندی حضرت مسیح موعود نہ کر سکتی تھی اس لئے مرزا احمد بیگ بتمام عجز و انکساری حضرت مسیح موعود کی طرف ملتجی ہوا۔ کہ آپ ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں چنانچہ حضرت صاحب قریباً تیار ہو گئے۔ لیکن پھر اس خیال سے رک گئے۔ کہ دریں بارہ مضمون استخارہ کر لینا ضروری ہے چنانچہ آپنے مرزا احمد بیگ کو یہی جواب دیا کہ میں استخارہ کرنے کے بعد دستخط کرنے ہونگے تو کر دونگا چنانچہ اس کے بعد مرزا احمد بیگ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ گویا آسمانی نشان کے دکھلانے کا وقت آن پہونچا تھا جسکو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔ چنانچہ استخارہ کے جواب میں خداوند تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے یہ فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر۔ اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائیگا!!

ناظرین کو عموماً اور مرزا جی کی کتابوں کا مطالعہ کرنیوالے حضرات کو خصوصاً معلوم ہے کہ مرزا جی نے احمد بیگ کی نسبت اپنی کتابوں میں کیا کیا طومار باندھے ہوئے ہیں کہ وہ سرکش تھا خدا کا منکر تھا۔ بے تحاشہ تھا۔ اور اس سرکشی کی سزا کیلئے خدا نے یہ نشان ظاہر کرنا چاہا وغیرہ وغیرہ۔

خدا صاحبزادہ کا بھلا کرے جنہوں نے اصلی راز منکشف کر دیا۔ وہ جیسا کہ انکے بیان سے ظاہر ہے۔ صرف یہ ہے کہ احمد بیگ مرزا جی سے ہبہ نامہ پر دستخط کرانا چاہتا تھا۔ وہ بھی سرکشی اور تحکم سے نہیں بلکہ وہ بتمام عجز و انکساری مرزا جی سے ملتجی ہوا۔ مرزا صاحب نے موقع کو غنیمت سمجھکر دستخط کی قیمت یا معاوضہ میں محمدی بیگم کا مطالبہ کیا۔ چونکہ اسکے مطالبہ میں اگر وہ لڑکی دیدیتا تو اسے یہ سودا نہایت گراں پڑتا اور ایک قسم کی بیغیرتی بھی تھی۔ سارے خاندان میں مشہور ہو جاتا کہ کیسے بیغیرت ہیں کہ تھوڑی سی جائداد کے لالچ سے اپنی نو سالہ لڑکی ساٹھ برس کے بوڑھے کو دیدی۔ اسلئے اس غیرتمند نے قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح پر رحمت کے پھول برسائے۔

مرزا جی کی پیشگوئی کا ضروری پہلو یہ تھا کہ احمد بیگ اپنی داماد کی وفات اور محمدی بیگم کا قبل از عدت مرزا جی کے پاس آکر پناہ لینا اپنی آنکھوں سے دیکھیگا اسلئے انہوں نے اسکی موت کیلئے تاریخ شادی سے تین سال کی میعاد اور شوہر محمدی بیگم کی موت کیلئے تاریخ شادی سے اڑہائی سال رکھی تھی مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مرزا صاحب کی اس امید کو بھی خاک میں ملا دیا اور احمد بیگ کیلئے روز ازل سے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ تین ماہ تک ہی فوت ہو جائیگا۔ اور مرزا صاحب کی پیشگوئی کا ضروری پہلو ملیا میٹ ہو جائیگا۔ مگر افسوس کہ قادیانی اُمت نے شرم و حیا کو یکقلم ترک کر دیا۔ (راقم خاکسار غلام احمد اخگر امرت سری)

تمت

تصحیح اغلاط رسالہ مرزائیت کا جنازہ حصہ اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۴	از باب	ارباب
"	۱۸	اُن کو	اُن سے
۴	۱۸	اسی توقع	اس توقع
"	"	بھی روش	یہی روش
۵	۸	معلوم	معلومم
"	۱۲	اخلاقی	اختلافی
۶	۱۹	فکٔ شک	فک الشک
۸	۲	معنی ہیں	معنی نہیں
"	۲۰	مرزا صاحب	مرزا صاحب سے
"	۲۳	کا	کو
۹	۱	صرف	عرف
۱۲	۲۴	علیہم	علیم
۱۵	۱۷	تیتن	تیتس
"	۲۱	ثعبان	ثوبان
۱۷	۸	خلاف دلائل	صاف دلائل
"	۹	بغور	اور
"	۲۲	ذَبَاکَنَا	ذَمَاکُنَّا
۱۷	۱۵	مختقر	مختصر
۱۸	۱۴	تائید	تاکید
۲۰	"	مرزا صاحب ہیں اب مرزا صاحب کو	مرزا صاحب کے ہیں اب مرزا صاحب کو۔
"	۱۶	وہ لوگوں	لوگوں
۳۰	۱۴	والقریش	ولقریش
۴۲	۲۰	حلال	ہلال
۵	۸	دور آمدہ زراہ	دیر آمدہ زراہ
۴۲	۲۲	ہلال بدر کا اسم صفاتی	ہلال اور بدر اسم صفاتی
۵۲	۱۷	نہ رہے	نہ رہتے
۵۵	۱	لکھتے ہیں	کہتے ہیں
"	۱۵	میں	بین
۵۷	۱۴	صورت	صورت میں
۶۳	۸	غیر ہی	غیر نبی
"	۱۷	ہی	بھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۹	۱۱	پنجاب	پنجاب میں
۷۲	۱۲	بعدہ	اور
"	۱۵	چلنے لکھینگے	چلنے لگینگے
۷۶	۲۴	واحد کو	واحد
۸۱	۱۳	آتی	آئی
۸۹	۵	معرض	بغرض
"	۶	نتا	مانتا
"	۲۴	یہ گی	پیش گوئی
"	۲۵	مائی	خدائی
۹۲	۱	سگوا	پیشگوئی
۹۳	۴	رکیا	رد کیا
۱۰۱	۱۵	گمراہیوں	گمراہوں
۱۰۲	۵	نفرت	قابل نفرت
"	۸	کذب کے لئے	کذب کی شناخت کیلئے
"	۹	ممکن نہیں کہ کذاب	ممکن نہیں کہ خدا تعالے کذاب
"	۱۰	لیکن	لیکن ساتھ
"	۱۴	کبھی	کسی
"	۲۰	پھر آخر کو	ششم پھر آخر یہ کہ
۱۰۳	۵	لیکن	اسلئے
۱۰۵	حاشیہ سطر ۱	کبڑیا نوالہ	ڈیریا نوالہ
۱۰۶	۱	الفاظ کے	الفاظ
"	۶	مرجع	مرجح
۱۰۷	۱۳	جس نے	ہیں نے
۱۰۸	۱۷	یہ منکوحہ	کیا منکوحہ
"	۲۳	بدیہی ایسا کون	بد تر از عذر گناہ ہے
۱۰۹	حاشیہ ۲	مفتری ہوے اور ثابت ہوئے۔	مفتری ثابت ہوے
۱۱۲	۲۴	ہوتا	+
۱۱۹	۱۸	ندامت	مداہنت
۱۲۳	۱۴	کیونکہ اگر ان کو	کیونکہ ان کو

Marfat.com